Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

شہادت ۱۳۹۲ ہش
اپریل ۲۰۱۳ء

سیرت النّبی نمبر

مسجد قباء - مدینہ
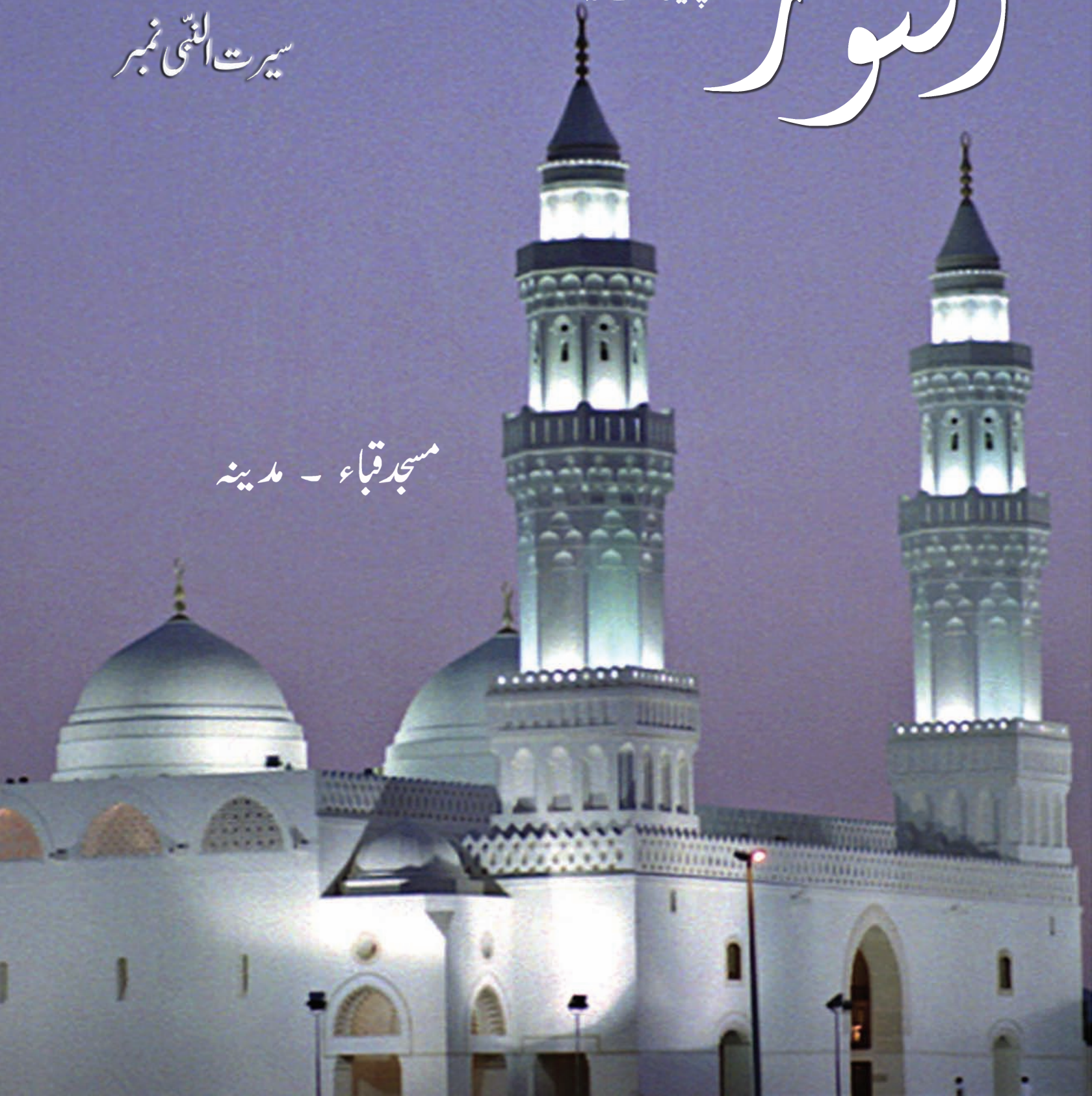
Muhammad^saw^, Messenger of Peace, Central Jersey Conference at Rutgers University

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (2:258)

النــور

اپریل 2013

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْٓا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ط قُلْ تَمَتَّعْ بِکُفْرِکَ قَلِیْلًا صلے اِنَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ O

(الزمر: 9)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف چُھو جاتی ہے تو وہ اپنے ربّ کو اس کی طرف جھکتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب وہ اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس بات کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور وہ اللہ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے تا کہ اس کی راہ سے گمراہ کر دے۔ تو کہہ دے کہ اپنے کفر سے کچھ تھوڑا سا عارضی فائدہ اُٹھا لے یقیناً تُو اہل نار میں سے ہے۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 68}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد
مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی
ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا
معاون: حسنیٰ مقبول احمد
لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

اِنَّـآ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ○

(سورۃالبقرۃ: 120)

ہم نے یقیناً تجھے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) حق (اور راستی) کے ساتھ بھیجا ہے۔ اور دوزخیوں کے متعلق تجھ سے کوئی باز پُرس نہ کی جائے گی۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ :

دو قسم کی آیات ہیں جو بعض کو بچانے والی اور بعض کو تباہ کرنے والی ہیں۔ بشارت والی آیات پہلے ہوتی ہیں اور انذار والی آیات پیچھے ہوتی ہیں۔ پہلے تُو بشیـر ہے اس لئے پہلے بشارت والی آیات آئیں گی۔ پھر تُو نـذیـر ہے جس کے نتیجہ میں انذار والی آیات آئیں گی۔ یہ قانونِ قدرت ہے کہ اگر بعض کو بچانا اور بعض کو تباہ کرنا ہو تو پہلے بچانے والی آیات کا ظہور ہوتا ہے تاکہ جنہوں نے بچنا ہے وہ بچا لئے جائیں۔ غرض فرماتا ہے۔ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے تین مقامات ہیں۔

اوّل تجھے اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ کا مقام حاصل ہے۔

دوّم بشیر ہونے کا مقام حاصل ہے۔ جس کا تعلق اُن بندوں سے ہے جو ایمان کی وجہ سے بچائے جاتے ہیں۔

سوّم نذیر ہونے کا مقام حاصل ہے۔ جس کا اُن بندوں سے تعلق ہے جو انکار کرنے کی وجہ سے تباہ کر دیئے جاتے ہیں۔

بِـالۡحَقِّ کے ماتحت تجھ پر آیات کا نزول ہوتا ہے۔ بشیر ہونے کی وجہ سے رحمت کی آیات کا نزول ہوگا۔ اور پھر نذیر ہونے کی وجہ سے عذاب اور تباہی والی آیات کا نزول ہوگا۔

وَلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ۔ فرماتا ہے ہمارا رسول صرف کلامِ الٰہی پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ لوگوں سے منوانا اس کا کام نہیں۔ اگر وہ سب لوگوں کو نہ منوا سکے اور کچھ لوگ رہ جائیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم کے مورد بن جائیں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں کیونکہ وہ سب کی نجات کا ٹھیکیدار نہیں۔ وہ تو مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے جو اس کے ذریعہ مان لیں گے وہ بچا لئے جائیں گے اور نہ ماننے والے آہستہ آہستہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تیرے پاس حق ہے اور تیرے ماننے والوں کے لئے کامیابی اور تیرے منکروں کے لئے تباہی اور ناکامی مقدر ہے۔ اور یہ وہ نشانات ہیں جو تیری صداقت کے لئے ظاہر کئے گئے ہیں۔ مگر دلیل اس کے لئے کافی ہوتی ہے جو ماننے کے لئے تیار ہو۔ لیکن جو شخص یہ کہتا ہو کہ خواہ کچھ ہو مَیں نے ماننا ہی نہیں اس کو دلیل کچھ کام نہیں دیتی۔ جیسا کہ یہود کے دو علماء ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب واپس گئے تو اُن میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا۔ معلوم تو سچا ہی ہوتا ہے۔ مگر جب تک دم میں دم ہے ماننا نہیں دوسرے نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ پس جب کوئی شخص یہ ارادہ کر لے کہ ماننا نہیں تو سب دلائل بےکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تجھے کس طرح ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں۔ ہم نے تو انسان کو آزاد بنا دیا ہے اور ہم نے اُسے کامل مقدرت اور اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ قبول کرے اور چاہے تو ردّ کر دے۔ اور پھر ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ ہم نے نہیں ماننا۔ ایسے لوگوں کی موجودگی میں ہم تجھے کس طرح ذمہ دار قرار دے سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلداوّل صفحہ 145-147)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ هَطَّالَتَیْنِ، تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِکَ، قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا، وَالْاَجْرَاسُ جَمْرًا۔

(کتاب الدعاء جلد3صفحہ480از علامہ طبرانی 360ھ مطبوعہ بیروت)

اے اللہ! مجھے برسنے والی آنکھیں عطا کردے جو تیری خشیت میں آنسوؤں کے بہنے سے دل کو ٹھنڈا کردیں پہلے اس سے کہ آنسو خون بن جائیں اور پتھر انگارے بن جائیں۔

حضرت معاذؓ بن انس کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھا کر یہ دُعا پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَاقُوَّةٍ۔

(ابو داؤد کتاب اللباس)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے بغیر میری قوت و طاقت کے یہ رزق دیا۔

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَافِیْهَا وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَافِیْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْهَا یَمِیْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً۔

(کتاب الدعاء للطبرانی جلد2صفحہ1168مطبوعہ بیروت)

اللہ کے نام کے ساتھ (مَیں داخل ہوتا ہوں) اے اللہ مَیں تجھ سے اس بازار اور جو اس کے اندر ہے اس کی بھلائی کا طلبگار ہوں۔ اور مَیں اس بازار اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شرّ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں اس بات سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں کہ بازار میں کوئی جھوٹی قسم کھاؤں یا گھاٹے والا سودا کروں۔

✲✲✲✲✲✲

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَنَبِیُّنَا حَیٌّ وَّ أَنِّیْ شَاھِدٌ وَقَدِ اقْتَطَفْتُ قَطَآئِفَ اللُّقْیَانِ

اور ہمارے نبیؐ (کریم صلی اللہ علیہ وسلم روحانی لحاظ سے) زندہ ہیں اور یقیناً میں گواہ ہوں اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے ثمر سے بہرہ مند ہوا ہوں۔

وَرَأَیْتُ فِیْ رَیْعَانِ عُمْرِیْ وَجْھَہٗ ثُمَّ النَّبِیُّ بِیَقْظَتِیْ لَاقَانِیْ

اور میں نے اپنی آغاز جوانی میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مُنہ (مُبارک) دیکھا تھا پھر مجھے عین بیداری میں نبی کریم ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

أَنِّیْ لَقَدْ أُحْیِیْتُ مِنْ أَحْیَآئِہٖ وَاھًا لِإِعْجَازٍ فَمَا أَحْیَانِیْ

یقیناً میں ان کی زندہ کرنے (والی رُوحانی قوت) سے زندہ ہوا ہوں، بہت خوب! کیا ہی (یہ عظیم) معجزہ ہے اور مجھے کیا ہی (اعلیٰ طور پر) زندہ کیا ہے!

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَآئِمًا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِ

اے میرے ربّ تو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہمیشہ (درود وسلام اور) رحمتیں نازل فرما اس دُنیا میں بھی اور دوسرے جہاں میں بھی (یعنی دُنیا وآخرت میں ان پر رحمتیں نازل فرما)

یَاسَیِّدِیْ قَدْ جِئْتُ بَابَکَ لَاھِفًا وَالْقَوْمُ بِالْإِکْفَارِ قَدْ اٰذَانِیْ

اے میرے پیارے آقا! میں (بڑے افسوس کے ساتھ) فریاد کرتا ہوا آپؐ کے دروازہ پر آیا ہوں اور قوم نے مجھے کافر کہہ کر بہت (دُکھ اور) تکلیف دی ہے۔

یَفْرِیْ سِھَامُکَ قَلْبَ کُلِّ مُحَارِبٍ وَیَشُجُّ عَزْمُکَ ھَامَۃَ الثُّعْبَانِ

آپؐ کے تیر ہر جنگ کرنے والے کے دل چیرتے (چلے) جاتے ہیں اور آپؐ کا عزم (بالجزم) اژدھا کی کھوپڑی کچلتا (اور پھاڑتا) ہے (یعنی آپؐ بڑے اولوالعزم انسان تھے)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''اگر ہم فرض کرلیں کہ کوئی نبی پاک تھا مگر ہم میں سے کسی کو بھی پاک نہیں کرسکتا۔اور صاحب خوارق تھا مگر کسی کو صاحب خوارق نہیں بنا سکتا اور الہام یافتہ تھا مگر ہم میں سے کسی کو ملہم نہیں بنا سکتا تو ایسے نبی سے ہمیں کیا فائدہ۔مگر الحمدللہ والمنۃ کہ ہمارا سید و رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں تھا اس نے ایک جہان کو وہ نور حسب مراتب استعداد بخشا کہ جو اس کو ملا تھا۔اور اپنے نورانی نشانوں سے وہ شناخت کیا گیا۔وہ ہمیشہ کیلئے نور تھا جو بھیجا گیا۔اور اس سے پہلے کوئی ہمیشہ کیلئے نور نہیں آیا۔اگر وہ نہ آتا اور نہ اس نے بتلایا ہوتا تو حضرت مسیح کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔کیونکہ اس کا مذہب مرگیا اور اس کا نور بے نشان ہو گیا اور کوئی وارث نہ رہا جو اس کو کچھ نور دیا گیا ہو۔اب دنیا میں زندہ مذہب صرف اسلام ہے اور اس عاجز نے اپنے ذاتی تجارب سے دیکھ لیا اور پرکھ لیا کہ دونوں قسم کے نور اسلام اور قرآن میں اب بھی ایسے ہی تازہ بتازہ موجود ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے اور ہم اِن کے دکھلانے کے لئے ذمہ دار ہیں۔اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہے تو ہم سے خط و کتابت کرے۔والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔''

(روحانی خزائن جلد6 حجۃ الاسلام صفحہ 62-63)

''الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تُو نے ہم کو اپنی پہچان کا آپ راہ بتایا اور اپنی پاک کتابوں کو نازل کر کے فکر اور عقل کی غلطیوں اور خطاؤں سے بچایا اور درود اور سلام حضرت سید الرسل محمد مصطفیؐ اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا وہ مربی اور نفع رسان کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہ راست پر لایا وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھوڑایا وہ نور اور نور افشان کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مردوں کو زندگی کا پانی پلایا وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا اور درد اٹھایا وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے منہ سے نکال کر لایا وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا وہ کامل موحد اور بحر عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا وہ معجزہ قدرت رحمٰن کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علوم حقانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کو ملزم ٹھہرایا۔''

''اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5) تو خُلقِ عظیم پر ہے۔اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں اخلاق فاضلہ و شمائلہ حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد1 براھین احمدیہ حصہ اول صفحہ 17،606)

خطبہ جمعہ

دعا کی حقیقت اور فلاسفی کا بیان اور مذکورہ بالا قرآنی دعاؤں کی پُر معارف تشریح اور حالات حاضرہ میں ان دعاؤں کی اہمیت کا تذکرہ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرة:202) اور سورۃ البقرہ کی آیت 287 میں مذکور دعاؤں اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعا رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ ان دنوں میں خاص طور پر کثرت کے ساتھ پڑھنے کی تحریک۔

اپنی نمازوں میں ان دعاؤں کو خاص جگہ دیں۔ اور ہر احمدی دعاؤں کی وہ روح اپنے اندر پیدا کرے جو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے دعا کو کمال تک پہنچا دے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 8؍ مارچ 2013ء بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ○

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرة:202)

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ط رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:287)

پہلی آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ ہے: اور انہی میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دوسری آیت کا ترجمہ ہے کہ: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اُس کے لئے ہے جو اُس نے کمایا اور اُس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے بدی کا اکتساب کیا۔ اے ہمارے رب! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے گناہوں کے نتیجہ میں تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

یہ دو قرآنی دعائیں ہیں جن کے بارے میں مَیں کچھ کہوں گا لیکن اس سے پہلے دعا کی حقیقت کیا ہے؟ اُس کی فلاسفی کیا ہے؟ اِس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا ہے اور اس سے

حلِّ مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا دے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے۔ اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلّی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے۔ اور ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا۔ اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے۔ لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف مونہہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے"۔ فرمایا "ہماری اس تقریر میں اُن نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظرِ خطا کار کی وجہ سے" (یعنی غلط سوچ رکھنے اور ظاہری طور پر دیکھنے کی وجہ سے) "یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے حال اور قال سے دعا میں فنا ہوتے ہیں" (یعنی اُن کی اپنی حالت بھی یہ ہوتی ہے، اور کہتے بھی یہی ہیں کہ دعا کر رہے ہیں اور دعا کی کیفیت بھی ہوتی ہے، اُس میں فنا ہوتے ہیں) "پھر بھی اپنے مقاصد میں نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہیں۔" (یعنی اُن کے مقاصد، جو وہ چاہتے ہیں، اُن کو نہیں ملتے) "اور بمقابل ان کے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ ان پر فتح پاتا ہے۔" (یعنی اُس کو سب کچھ مل جاتا ہے) "اور بڑی بڑی کامیابیاں اس کو حاصل ہوتی ہیں۔ سو جیسا کہ ابھی میں نے اشارہ کیا ہے۔ اصل مطلب دعا سے اطمینان اور تسلی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے۔ ظاہر بین تو یہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص جس مقصد کے لئے دعا کر رہا تھا اُس کو حاصل نہیں ہوئی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک تو پہلی شرط یہ رکھی ہے، دعا کو کمال تک پہنچانا۔ اور جو حقیقت میں دعا کرتا ہے وہ صرف ظاہری چیز کو نہیں دیکھتا۔ جو مومن ہے، جس میں مومنانہ فراست ہے جو خدا تعالیٰ کے تعلق کو جانتا ہے وہ صرف یہ نہیں دیکھتا کہ میں جو مانگ رہا ہوں مجھے مل گیا بلکہ فرمایا کہ اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے۔

فرمایا: "اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اُسی امر میں میسر آ سکتی ہے جس کو ہم بذریعہ دعا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ خدا جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوشحالی کس امر میں ہے؟ وہ کامل دعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے۔" (اگر دعا کامل ہو، صحیح ہو، حقیقی رنگ میں ہو، اللہ تعالیٰ کے کہنے کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ جو سمجھتا ہے کہ حقیقی خوشحالی کس چیز میں ہے، وہ عطا فرما دیتا ہے) فرمایا کہ "جو شخص روح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے۔ ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سو اسی کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے۔"

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 237)

دعا کرنے والے کو جو لذت ملتی ہے وہ مشکل کے وقت میں ہی مل سکتی ہے۔ فرمایا کہ جو ایک بادشاہ کو نہیں مل سکتی۔

پس یہ دعا کی حقیقت ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ اس کی مختصر فلاسفی ہے۔ یہ دعا کی روح ہے اور ایک حقیقی مومن کی یہ سوچ ہے اور ہونی چاہئے اور ہمیں اسے ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔

پس جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کے لئے دعا کو کمال تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ کر یا تو دعا قبول ہو جاتی ہے جو انسان اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے، اُس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں یا پھر دل کی ایسی تسلّی اور سکینت ہوتی ہے کہ انسان کا جو غم ہے جس وجہ سے دعا مانگ رہا ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے، وہ دور ہو جاتا ہے۔ ایک خاص قسم کا سکون ملتا ہے کہ اب جو بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک میرے لئے بہتر ہوگا وہ ظاہر ہوگا۔ یہ سوچ ہے جو ایک حقیقی مومن کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ توفیق بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔

اس وقت مَیں دو قرآنی دعاؤں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جیسا کہ مَیں نے کہا یہ دعائیں ان آیات میں ہیں۔ ہم پڑھتے بھی ہیں۔ بہت سے جانتے بھی ہیں۔ ان میں سے ایک دعا ہے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرة:202) کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اس دنیا میں بھی حسنہ عطا فرما اور آخرت میں بھی۔

یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاص طور پر پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب قول النبی ﷺ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة حدیث 6389)

اور صحابہ کو بھی اس طرف توجہ دلائی اور صحابہ بھی خاص توجہ سے پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 7 صفحہ 52 کتاب الدعا باب من کان یحب......حدیث 3مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک وقت میں جماعت کے افراد کو یہ کہا تھا کہ خاص طور پر ہر نماز کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد جب کھڑے ہوتے ہیں تو اس میں یہ دعا پڑھا کریں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1صفحہ6ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی خاص طور پر اس دعا کی طرف اپنے ایک خطبہ میں بلکہ مختلف خطبات میں توجہ دلائی اور جماعت کو پڑھنے کی تلقین فرمائی اور اس کی تفسیر بھی بیان فرمائی۔ پس اس دعا کی بہت اہمیت ہے۔

ویسے تو ہر دَور اور ہر وقت کے لئے یہ دعا ہے لیکن آجکل خاص طور پر جب دنیا میں ہر طرف فتنہ وفساد کا دَور دَورہ ہے یہ دعا خاص طور پر ہمیں پڑھنی چاہئے۔ حَسَنَہ کا مطلب ہے کہ نیکی اور اچھائی، فائدہ جس میں کوئی برائی اور نقصان نہ ہو، ایسا کام ہو جس کا ہر پہلو سے اچھا نتیجہ نکلتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو۔ احمدیوں کے لئے تو بعض مسلمان ملکوں میں بحیثیت احمدی بھی ایسے حالات ہیں کہ اس دعا کے پڑھنے کی خاص طور پر ضرورت ہے۔ مخالفینِ احمدیت چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہر نعمت سے احمدی کو محروم کر دیا جائے۔ حتی کہ اُسے اُس کے جینے کے حق سے بھی محروم کر دیا جائے۔ ایسے میں یہ دعا کہ اے اللہ! ہمیں دنیاداروں کے سارے منصوبوں کے مقابلے میں اس طرح سنبھال لے کہ یہ جو تیری ہر قسم کی حَسَنَہ سے ہمیں محروم کرنا چاہتے ہیں، ہم ان کو تیرے فضلوں کی وجہ سے حاصل کرنے والے بن جائیں۔ ہمارے دنیا کے اعمال بھی تیری رضا کے حصول کی وجہ سے ہمیں آخرت کی حَسَنَہ سے بھی نوازنے والے ہوں۔ اور ہر عمل جو ہم یہاں دنیا میں کرتے ہیں وہ تیری رضا کو حاصل کرنے والا ہو۔ دشمن ہمارے کاروباروں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو ہمیں ایسے طریق پر حَسَنَہ سے نواز کہ دشمن کے تمام منصوبے ناکام ہو جائیں۔ وہ ہمیں ایمان سے پھیرنے کے لئے ہمارے رزق میں نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو ہمیں ایسے طریق سے حَسَنَہ سے نواز کہ پہلے سے بڑھ کر طیب اور حلال رزق ہمیں حاصل ہو۔ ہمارے ہمسائے ایسے ہوں جو ہمیں دکھ دینے والے نہ ہوں۔ ہمارے محلّہ دار ایسے ہوں جو ہمیں دکھ دینے والے نہ ہوں۔ ہمارے شہروں کو ہمارے لئے حَسَنَہ بنادے۔ ہمارے ملک کو ہمارے لئے حَسَنَہ بنادے۔ ہمارے خلاف کارروائیاں کرنے والوں کے شرور جو ہیں اُن کی طرف پلٹ جائیں۔ ہمارے حاکموں کو ایسا بنادے جو رحم دل ہوں، تقویٰ سے کام لینے والے ہوں، انصاف کرنے والے ہوں۔ بعض ملکوں میں، مسلمان ملکوں میں آجکل ہم دیکھ رہے ہیں کئی جگہ حاکم ہی ہیں، حکمران ہی ہیں جو عوام کے لئے عذاب بنے ہوئے ہیں۔ ماتحتوں کے حق ادا کرنے والے حاکم ہوں، افسر ہوں۔ اور پھر موجودہ حاکم تیرے نزدیک اصلاح کے قابل نہیں تو ایسے حاکم دے جو ان خوبیوں کے مالک ہوں تاکہ اُن کے ذریعہ سے ہمیں جو دنیا کے فوائد ملنے ہیں وہ حَسَنَہ ہوں۔ ہر فائدہ ایسا ہو جو تیری رضا حاصل کرنے والا ہو۔ پھر دوست ہوں تو ایسے ہوں جو خیر خواہ ہوں، محبت کرنے والے ہوں، دکھوں میں کام آنے والے ہوں، نیکیوں کا جواب نیکیوں سے دینے والے ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس بارے میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

پاکستان میں آجکل بیشک ایک طبقہ مولویوں کے پیچھے لگ کر احمدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایک بہت بڑا حصہ ایسا بھی ہے جو دوستی کا حق نبھانے والے بھی ہیں۔ ہم ہر پاکستانی کو برا نہیں کہہ سکتے۔ یا مختلف ملکوں میں جہاں جماعت کی مخالفت ہے ہر شخص کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ ایسے لوگ ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا جو دوستی کا حق نبھانے والے ہیں، ہمدرد ہیں، خیر خواہ ہیں، مشکل اور مصیبت میں کام آنے والے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک احمدی نے جو پاکستان میں اغوا ہو گئے تھے، مجھے خط میں بتایا کہ اغوا کرنے والوں نے اُن سے ایک بڑی رقم کا مطالبہ کیا اور جس کا انتظام فوری طور پر ممکن نہیں تھا۔ اُن کے بھائی کوشش کرتے رہے لیکن جتنی رقم اغوا کرنے والے مانگ رہے تھے وہ انتظام نہیں ہو رہا تھا اور اُن میں جرأت اتنی ہے، اُن کو پتہ ہے قانون ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے کہا اچھا ایک خاص رقم اتنی ہمیں ادا کر دو، باقی کی ضمانت دو۔ اور ضمانت بھی کسی احمدی کی نہیں ہو سکتی۔ تو ان کے غیر احمدی دوست نے ان کی ضمانت دی جس کی وجہ سے اُن کی رہائی عمل میں آئی۔ اب اس غیر احمدی دوست نے بھی اپنی زندگی کو داؤ پر لگا لیا۔ اُن اغوا کنندگان نے اب جو رقم لینی ہے ان کے ذریعہ سے لینی ہے۔ تو ایسے بھی لوگ ہیں جو احمدیوں کی خاطر قربانیاں کرنے والے ہیں۔ اس ماحول میں رہنے کے

باوجود جوآجکل وہاں بنا ہوا ہے، نیکی کرنے والے لوگ ہیں، دوستی کا حق نبھانے والے ہیں۔ دہشت گردوں اور مُلّاؤں کے خلاف ہیں۔ دنیا کی حَسَنَہ میں سے یہ بھی ایک حَسَنَہ ہے کہ اچھے دوست مل جائیں۔

اسی طرح مشنز کی جو رپورٹس آتی ہیں مَیں ان میں ایک رپورٹ دیکھ رہا تھا۔ مالی میں ہمارے ریڈیو اسٹیشنز نئے قائم ہوئے ہیں، اُن کی وجہ سے بڑے وسیع پیمانے پر تبلیغ ہو رہی ہے۔ اس کو سن کر بعض مخالف مولوی جو ہیں، جو مسلمان ملکوں سے عرب ملکوں سے مدد لیتے ہیں، تاکہ احمدیت کی تبلیغ کو روکیں اور اُنہیں جس حد تک ہو سکتا ہے دنیاوی نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کریں۔ تو ایسے مولویوں نے ہمارے مبلغین کو دھمکیاں بھی دیں، دیتے بھی رہتے ہیں، فون بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔ ہمارے خلاف پراپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ ان کی باتیں نہ سنو، یہ کافر ہیں اور فلاں ہیں اور فلاں ہیں۔ بعض اپنی انتہا کو بھی پہنچ جاتے ہیں تو وہاں ایک ایسی صورتحال پیدا ہو گئی جو بے انتہا تھی یعنی مخالفت اور دشمنی بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اُس پر وہاں کے بعض اچھے، سلجھے ہوئے، اثر و رسوخ رکھنے والے غیر از جماعت لوگوں کو جب پتہ لگا تو انہوں نے ہمارے مبلغ کو پیغام بھیجا کہ بالکل فکر نہ کرو اور اپنا کام کئے چلے جاؤ۔ یہی اسلام حقیقی اسلام ہے جو تم لوگ پھیلا رہے ہو اور کوئی تمہیں اس سے روک نہیں سکتا۔ تو یہ اچھے دوست اللہ تعالیٰ ہر جگہ عطا بھی فرماتا رہتا ہے جو گو خود احمدی نہ بھی ہوں تو احمدیت کے پھیلانے میں، پیغام پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ بھی حَسَنَہ ہے۔

پس حَسَنَہ کو جتنی وسعت دیتے جائیں اُتنا ہی یہ کھلتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس دنیاوی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہونے کے لئے اُس کے جتنے فضل اور بہتر انجام والی چیزیں مانگتے جائیں یہ سب حَسَنَہ میں آتے چلے جاتے ہیں۔ ذاتی زندگی میں اچھی بیوی ہے، اچھا خاوند ہے، نیک بچے ہیں، بیماریوں سے محفوظ زندگی ہے۔ غرض کہ ہر چیز جس میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے لئے بہتری اور فائدہ ہے، وہی دنیا کی حَسَنَہ ہے۔ اور یہی ایک مومن کا منشاء اور خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے ہر وہ چیز دے جو اُس کی ضرورت ہے۔ ہر لحاظ سے اچھی ہو، ظاہری بھی اور باطنی لحاظ سے بھی۔ کیونکہ غیب اور حاضر کا تمام علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس لئے وہی بہتر فیصلہ کر سکتا ہے کہ ہمارے لئے ظاہری اور باطنی لحاظ سے کیا چیز بہتر ہے۔ ہم تو کسی چیز کے چناؤ میں غلطی کھا سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ تو کسی قسم کی غلطی نہیں کھا سکتا۔ ظاہر طور پر ہم کسی کو اچھا دوست سمجھتے ہیں لیکن وہی نقصان پہنچانے والا بن جاتا ہے۔ کئی ایسے معاملات آتے ہیں جہاں لوگوں نے اپنے دوستوں پر بڑا اعتبار کیا، کاروباروں میں شریک بنایا، لیکن وہی اُن کو نقصان پہنچانے والے بن گئے۔ ہم کسی کو حاکم بنا دیتے ہیں وہی نقصان پہنچانے والا بن جاتا ہے۔ علاوہ جماعتی رنگ کی پریشانیوں کے روزمرّہ کے معاملات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ بعض باتیں ایسی کرتے ہیں جو پریشانی اور مشکل کا باعث بن جاتی ہیں۔ پس صحیح رنگ میں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے تو جماعتی بھی اور ذاتی پریشانیوں سے بھی انسان بچ سکتا ہے۔ نہ صرف بچ سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا بھی وارث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بھی بن سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً کہ آخرت میں بھی ہمیں ہر وہ چیز دے جو حَسَنَہ ہو۔ یعنی وہاں بھی ظاہر و باطن کی اچھی چیز دے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وضاحت ایک جگہ اس طرح فرمائی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آخرت میں تو حَسَنَہ ہی ہے۔ جب انسان آخرت کی دعا مانگ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اگر قبول کر لی تو حَسَنَہ ہے۔ تو وہاں کی ظاہر و باطن کی اچھائی سے کیا مراد ہے۔ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ آخرت میں تو سب چیزیں گو اچھی ہیں لیکن آخرت میں بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جو باطن میں اچھی ہیں مگر ظاہر میں بری ہیں۔ مثلاً دوزخ ہے۔ قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ انسان کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ ایک لحاظ سے وہ بری چیز بھی ہے۔ پس جب آخرت کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے حَسَنَہ کا لفظ رکھا تو اس لئے کہ تم یہ دعا کرو کہ الٰہی! ہماری اصلاح دوزخ سے نہ ہو بلکہ تیرے فضل سے ہو۔ اور آخرت میں ہمیں وہ چیز نہ دے جو صرف باطن میں ہی اچھی ہے۔ جیسے دوزخ باطن میں اچھا ہے کہ اس سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ مگر ظاہر میں برا ہے کیونکہ وہ عذاب ہے۔ آخرت میں حَسَنَہ صرف جنت ہے جس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی اچھا ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 446)

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس دنیا کی حَسَنَہ آخرت کی حَسَنَہ کا بھی باعث

بنتی ہے۔اگر اس دنیا میں ہر چیز جس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا دلانے والا ہے تو آخرت میں بھی ایسی حَسَنَہ ملے گی جس کا ظاہر بھی اچھا ہو اور باطن بھی اچھا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب،شدائد،ابتلاء وغیرہ اسے پیش آتے ہیں ان سے امن میں رہے۔دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اُسے خدا تعالیٰ سے دور کرتی ہیں ان سے نجات پاوے۔تو دنیا کا حَسَنَہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی طور پر یہ ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور ذلت سے محفوظ رہے۔ خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء:29)۔''(یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے)۔فرمایا کہ''ایک ناخن ہی میں درد ہو تو زندگی بیزار ہو جاتی ہے''۔فرمایا:''اسی طرح جب انسان کی زندگی خراب ہوتی ہے۔(مثلاً) جیسے بازاری عورتوں کا گروہ (ہے) کہ اُن کی زندگی کیسے ظلمت سے بھری ہوئی (ہے) اور بہائم کی طرح ہے'' (جانوروں کی طرح کی زندگی ہے)''کہ خدا اور آخرت کی کوئی خبر نہیں۔دنیا کا حَسَنَہ یہی ہے کہ خدا ہر ایک پہلو سے خواہ وہ دنیا کا ہو،خواہ آخرت کا،ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔اور فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً میں جو آخرت کا پہلو ہے،وہ بھی دنیا کی حَسَنَہ کا ثمرہ ہے۔''(اُسی کا پھل ہے۔)''اگر دنیا کا حَسَنَہ انسان کو مل جاوے تو وہ فال نیک آخرت کے واسطے ہے۔یہ غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کا حَسَنَہ کیا مانگنا ہے۔آخرت کی بھلائی ہی مانگو''۔فرمایا کہ''صحت جسمانی وغیرہ ایسے امور ہیں جس سے انسان کو آرام ملتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے وہ آخرت کے لئے کچھ کر سکتا ہے اور اس لئے ہی دنیا کو آخرت کا مَزْرَعَة کہتے ہیں (یعنی آخرت کی کھیتی کہتے ہیں۔دنیا میں جو بوؤ گے وہی وہاں جا کے کاٹو گے۔) اور درحقیقت جسے خدا دنیا میں صحت،عزت،اولاد اور عافیت دیوے اور عمدہ عمدہ اعمالِ صالح اُس کے ہوویں تو امید ہوتی ہے کہ اُس کی آخرت بھی اچھی ہوگی۔''

(ملفوظات جلد 2صفحہ 600 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر اسی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یہ دعا کرو کہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔اس میں صرف آخرت کے عذاب نار کی طرف ہی توجہ نہیں دلائی گئی بلکہ اس سے بچنے کی دعا کرو جو اس دنیا کی بھی آگ ہے۔اس دنیا میں بھی آگ کا عذاب ہوتا ہے۔پس اس دعا میں دنیا اور آخرت دونوں کے عذابِ نار سے بچنے کے لئے دعا سکھائی گئی ہے۔دنیا کے عذابِ نار جو ہیں وہ بھی قسما قسم کے ہیں،مصیبتیں ہیں اور دکھ ہیں جو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب کے بجائے حَسَنَہ بن جاتے ہیں۔اس دنیا میں عذابِ نار کی ایک مثال جیسا کہ میں نے ذکر کیا آجکل بعض ملکوں کے جو حالات ہیں وہ بھی ہیں۔کوئی پتہ نہیں کہ گھر بیٹھے یا بازار میں پھرتے ہوئے کہاں سے بندوق کی گولی آئے اور کوئی گولہ پھٹے اور انسان کو لہولہان کر دے یا اُس کی زندگی لے لے۔کئی جانیں اسی طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔جہاں ایسی باتیں ہو رہی ہوں،عمل ہو رہے ہوں،اس طرح کی زندگی ہو تو وہاں جب کوئی عذابِ نار سے بچاؤ کی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتے ہوئے ان چیزوں سے بچا لیتا ہے۔آجکل کے شرور جو دہشت گردوں نے پیدا کئے ہوئے ہیں،اُن سے بچنے کے لئے بھی یہ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی دعا ہے۔

گزشتہ دنوں کراچی میں ہمارے ایک احمدی جوان آدمی،چالیس پینتالیس سال کی عمر تھی،سودا لینے کے لئے گھر سے نکلے اور دو چار منٹ کے بعد ہی وہاں بم دھماکہ ہوا جس میں پچھلے دنوں میں پچاس آدمیوں کی جان ضائع ہوئی ہے اُس میں وہ بھی شہید ہو گئے۔

پس آجکل تو جگہ جگہ آگ کے پھندے ان دہشت گردوں نے لگائے ہوئے ہیں۔ان کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس وقت کہاں کیا ہونا ہے۔اس لئے انسان اُس سے مانگے کہ میرا گھر میں رہنا اور میرا باہر نکلنا تیرے فضل سے میرے لئے حَسَنَہ کا باعث بن جائے اور ان عذابوں سے مجھے بچا لے۔اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی مجھے بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور اقتباس پڑھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''دعا کی حاجت تو اُسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اُس کے دَر کے نہ ہو۔اُسی کے دل سے دعا نکلتی ہے......''۔

گزشتہ سے پہلے خطبہ میں مَیں نے اس کی حضرت مصلح موعود کے

حوالے سے تھوڑی وضاحت بھی کی تھی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ دعا کی حاجت تو اُسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اُس دَر کے نہ ہو، اُسی کے دل سے دعا نکلتی ہے۔'' غرض رَبَّنَـا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا۔ الخ ایسی دعا کرنا صرف اُنہیں لوگوں کا کام ہے جو خدا ہی کو اپنا رب جان چکے ہیں۔ اور اُن کو یقین ہے کہ اُن کے رب کے سامنے اَور سارے ارباب باطلہ ہیچ ہیں''۔ فرمایا کہ'' آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی جو شخص ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہیں۔ تجربہ کار جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں موجود ہے۔ طرح طرح کے عذاب، خوف، خون، فقر و فاقے، امراض، ناکامیاں، ذلت و ادبار کے اندیشے، ہزاروں قسم کے دکھ، اولاد، بیوی وغیرہ کے متعلق تکالیف اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں الجھن۔ غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنے والے ہیں اور انسان کے لئے بمنزلہ آگ ہیں، بچائے رکھ''۔

(ملفوظات جلد 3صفحہ 145ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

دوسری دعا جس کی ہمیں بہت ضرورت ہے اس کی بھی بڑی اہمیت ہے، وہ سورۃ بقرۃ کی آخری آیت ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے جس میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ یہ دعا مانگو کہ رَبَّنَـا لَا تُـؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْـطَـاْنَـا۔ کہ اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا ہمارے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔

بھول جانے کے معنی ہیں کہ کوئی کام کرنا ضروری ہے لیکن نہ کیا جائے۔ ایک تو یہ کہ جان بوجھ کر نہیں چھوڑا بلکہ بھول گئے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ اگر اس کو نہ کیا اور وقت پر نہ کیا تو اس کی ہمارے لئے کتنی اہمیت ہے۔ اور اس خیال میں رہیں کہ کوئی بات نہیں۔ نہیں کیا تو کیا ہوا، معمولی سا کام ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ ہمیں بھولنے اور خطا کرنے سے بچا۔ لیکن یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک اہم کام ہے، انسان کو تو علم نہیں کہ کونسا اہم ہے اور کونسا نہیں، اس کے نہ کرنے سے ہماری روحانی ترقی میں فرق آ سکتا ہے، ہمارے خدا تعالیٰ سے تعلق میں فرق آ سکتا ہے۔ پس اے اللہ تُو ہمیں ایک تو ایسی غلطیاں کرنے سے بچا۔ دوسرے اگر غلطیاں ہو گئی ہیں تو اس پر پکڑ نہ کر۔ اسی طرح کسی کام کے غلط طریق سے کرنے سے یا ایسا کام کرنے سے جو ہمیں نہیں کرنا چاہئے، ہمیں پکڑ میں نہ لے۔ ہمارا مؤاخذہ نہ کر۔ بلکہ ہماری خطاؤں کو معاف فرما اور معاف فرماتے ہوئے اُن کے بداثرات سے اور اپنی ناراضگی سے ہمیں بچا لے۔ لیکن اگر ہم جان بوجھ کر ایک غلط کام کرتے جائیں یا غلط طریق پر کرتے چلے جائیں۔ اپنی اصلاح کی طرف کوشش نہ کریں اور پھر یہ دعا بھی مانگتے ہیں تو پھر یہ دعا نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ اور دعا کے ساتھ ایک مذاق بن جائے گا۔ پس دعائیں بہتر نتائج کے لئے ہوتی ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ کو آزمانے کے لئے۔ اس لئے جہاں اپنے عمل ہوں گے وہیں دعا بھی حقیقی دعا بنے گی۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس پر اُس کو کمال تک پہنچاؤ۔

پھر آتا ہے: رَبَّنَـا وَلَاتَـحْـمِـلْ عَـلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّـذِیْـنَ مِـنْ قَبْلِنَا۔ یعنی ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو پہلوں پر ڈالا گیا اور اُس کی وجہ سے اُنہیں سزا ملی۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس کا نمازیں پڑھنے یا قرآنِ کریم کے جو احکامات ہیں ان سے اس کا تعلق نہیں۔ اس میں یہ نہیں کہا کہ یہ ہمارے غیر معمولی بوجھ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے ہی فرما دیا۔ لَا یُـکَـلِّفُ الـلّٰـهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات انسان کی طاقت اور وسعت کے مطابق دیتا ہے۔ اس بوجھ نہ ڈالنے کے یہ معنی ہیں کہ بعض جرموں کی وجہ سے پہلے لوگوں کو سزائیں دی گئیں، وہ سزائیں ہم پر نازل نہ ہوں۔ اور ہم سے وہ غلطیاں سرزد نہ ہوں جو پہلے لوگوں سے سرزد ہوئیں اور وہ تباہ ہو گئے۔ اگر ہم غلطیاں بھی کرتے رہیں اور پھر کہیں کہ ہمیں سزا بھی نہ ملے جو پہلوں کو ملی تو یہ تو نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ کے عمومی قانون کے خلاف ہے۔ پس یہ دعا اور ساتھ برے اعمال سے بچنے کی کوشش ہی انسان کو اُس سزا سے بچاتی ہے۔ پہلے لوگوں کی خطاؤں کی وجہ سے اُن پر ایسی حکومتیں مسلّط کر دی گئیں جو اُن کے حقوق کا خیال نہیں رکھتی تھیں۔ پس ہمیں ایسے حکمرانوں سے بچا جو ہمارے لئے سزا بن گئے ہیں اور تیری ناراضگی کی وجہ سے یہ سزا ہم پر مسلّط ہے۔ اگر تو ناراضگی کی وجہ سے ہے تو بہت زیادہ درد سے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ صرف امتحان ہے تو اس امتحان کو بھی ہم سے ہلکا کر دے۔

پھر یہ دعا سکھائی کہ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ۔ بعض دفعہ دوسروں کی سزا کا بھی اثر انسان پر پڑتا ہے۔ یا کسی نہ کسی طریقے سے اثر پہنچ رہا ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے بچنے کی بھی دعا سکھائی کہ اللہ تعالیٰ دوسروں کے قصور کی سزا کے اثرات سے بھی بچائے رکھے۔ لڑائی اور جنگ میں دہشت گردی کے حملوں میں جن کو مارنا مقصود نہیں ہوتا، وہ بھی مارے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے، کسی خاص گروپ کو مارنا چاہتے تھے لیکن وہاں جو بھی گیا وہ مر گیا۔ معصوم بچے بھی مر جاتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ کی شرط اس لئے ہے کہ یہاں ناراضگی کا سوال نہیں، بلکہ دنیاوی مسائل اور ابتلاؤں کا ذکر ہے۔ ناراضگی تو خدا تعالیٰ کی چھوٹی بھی برداشت نہیں ہوتی لیکن چھوٹی تکلیف برداشت کر لی جاتی ہے۔ پس روحانی سزا میں یہ دعا ہے کہ ہمیں تیری کسی ناراضگی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ مگر جب دنیاوی تکالیف کا ذکر آیا تو وہاں یہ دعا سکھائی کہ مجھے چھوٹے موٹے ابتلاؤں پر اعتراض نہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ پھولوں کی سیج پر چلتا رہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے فرمایا ہے کہ میں امتحان لوں گا۔ البتہ وہ ابتلاء جو دنیا میں تیری ناراضگی کا موجب نہیں ہیں اور دنیا میں آتے رہتے ہیں، اُن کے بارے میں میری یہ دعا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ ابتلا میری طاقت سے بالا ہو۔ مومن ابتلاؤں کی خواہش نہیں کرتا۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں مومن کو آزماتا ہوں، اس لئے آزمائش کو آسان کرنے کی دعا بھی سکھا دی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 659)

اور پھر فرمایا کہ یہ دعا کرو کہ وَاعْفُ عَنَّا۔ مجھ سے عفو کر اور بدنتائج سے مجھے بچا لے وَاغْفِرْ لَنَا جو غلط کام میرے سے ہو گئے ہیں اُن کے نتائج اور اثرات سے مجھے بچا لے۔ میرے غلط کاموں پر پردہ ڈال دے اور یوں ہو جائے جیسے میں نے غلط کام کیا ہی نہیں۔

عفو کے معنی رحم کے بھی ہوتے ہیں اور جو چیز کسی انسان سے رہ جائے، اُس کا ازالہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ وہ مہیا کر دی جائے۔ پس وَاعْفُ عَنَّا میں یہ فرمایا کہ میرے عمل میں سے جو چیز رہ گئی ہے، یا میرے کام میں جو چیز رہ گئی ہے، تُو اُسے اپنے رحم اور فضل سے مہیا فرما دے۔ وَارْحَمْنَا۔ یعنی جو بھی میرے سے غلطیاں ہوئی ہیں اور میری ترقی کے راستے میں روک ہیں یا میری وجہ سے جماعتی ترقی پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اُن غلطیوں کے متعلق مجھ پر رحم کر اور ترقیات کے راستے میں تمام روکوں کو دور فرما دے۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ کہ تو ہمارا مولیٰ ہے۔ ہمارا آقا ہے۔ لوگوں نے ہماری کمزوریاں تیری طرف منسوب کرنی ہیں۔ آج دنیا میں ایک ہی جماعت ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم جماعت ہیں۔ کوئی فردِ جماعت بھی جب کوئی حرکت کرتا ہے تو اُس کا اثر مجموعی طور پر بعض دفعہ جماعت پر ہی پڑ جاتا ہے۔ پس اے خدا! جب لوگوں نے کمزوریاں تیری طرف منسوب کرنی ہیں، لوگوں نے یہ کہنا ہے کہ یہ الٰہی جماعت کہلاتی ہے، دعویٰ کرتی ہے، اُسے بھی دوسروں کی طرح تکلیفیں پہنچ رہی ہیں اور سزائیں بھی مل رہی ہیں۔ پس اے مولیٰ! تُو ہمارا آقا ہے، ہم تیرے خادم ہیں۔ تُو ہم پر رحم کر۔ ہماری کمزوریاں تیری طرف منسوب ہوں گی، لوگ سمجھیں گے کہ یہ صرف ان کے دعوے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور جو ہدایت اور تبلیغ کا کام ہم کر رہے ہیں اُس میں روکیں پیدا ہوں گی، اُس پر اثر پڑے گا اور لوگ ہدایت سے محروم ہو جائیں گے۔ پس ہم رحم کی بھیک مانگتے ہیں۔ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اقرار کرتے ہیں۔ تیرے سے عفو اور بخشش کے طلبگار ہیں۔

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن۔ پس اپنی خاص نظر ہم پر ڈالتے ہوئے ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔ اور جو لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جس سے اسلام کی ترقی میں روک واقع ہو رہی ہے اُن پر تُو ہمیں غالب کر۔ اور تیرے نام اور تیری تبلیغ کو ہم دنیا میں پھیلانے والے ہوں۔ آجکل صرف غیر مسلم ہی نہیں یا وہ لوگ جو خدا کو نہیں مان رہے وہی اسلام کے خلاف باتیں نہیں کر رہے بلکہ مسلمانوں میں سے بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو اسلام کی تبلیغ کے راستے میں روک بن رہا ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں سے زیادہ ایسے ہیں جو اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اور غیر مسلم دنیا میں ہماری تبلیغ میں روک بن رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر جو بعض شدت پسند گروہ بنے ہوئے ہیں، یہ لوگ شدت پسندی والا اسلام پیش کر رہے ہیں، اُس کا اثر ہماری تبلیغ پر بھی ہوتا ہے، ہو رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے خاص شدت کے ساتھ اس لحاظ سے بھی دعا کی ضرورت ہے۔

پھر دعاؤں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا جو الہامی دعا ہے کہ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ

وَارْحَمْنِیْ۔

(تذکرہ صفحہ 363ایڈیشن چہارم شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ ہماری مدد فرمائے اور ہم پر رحم فرمائے۔ دنیا وآخرت کے حَسَنَہ سے ہمیں نوازتا رہے۔ یہ دعا بھی آجکل بہت زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ مجھے بھی اس دعا کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔اس لئے یہ دعا خاص طور پر ہر احمدی کو پڑھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ دین اور دنیا اور آخرت کی حَسَنَہ سے ہمیں نوازے۔ نیکیوں پر قائم فرمائے۔ لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ اُن سے ہمیشہ بچائے۔

پاکستان کے احمدیوں کو بھی خاص طور پر کہتا ہوں کہ اپنے جائزے لیتے ہوئے اس طرف خاص توجہ دیں۔ اپنی نمازوں میں ان دعاؤں کو خاص جگہ دیں۔ اور ہر احمدی دعاؤں کی وہ روح اپنے اندر پیدا کرے جو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے دعا کو کمال تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ کراچی میں ایک بم دھماکے سے ایک احمدی شہید ہو گئے۔ اسی طرح پاکستان میں ایک اور وفات بھی ہوئی ہے جو ہمارے ایک دیرینہ خادمِ سلسلہ تھے۔ تو ان دونوں کے جنازہ غائب میں نمازوں کے بعد پڑھاؤں گا۔ ان کے مختصر کوائف پیش کر دیتا ہوں۔

جو شہید ہوئے ہیں اُن کا نام مکرم ومحترم مبشر احمد عباسی صاحب ابن مکرم نادر بخش عباسی صاحب ہے۔ 3/مارچ 2013ء کو ان کی شہادت ہوئی۔ مبشر احمد عباسی صاحب مرحوم کے خاندان میں آپ کے پڑدادا مکرم ومحترم تونگر علی عباسی صاحب کے ذریعہ احمدیت آئی۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ ان کے خاندان کا تعلق علی پور کھیڑا یا کھیڑا یوپی انڈیا سے تھا۔ آپ کے خاندان میں آپ کے دو پھوپھا محمد صادق عارف صاحب اور مکرم محمد یوسف صاحب گجراتی درویش قادیان تھے۔ آپ کے دادا انڈین پولیس میں تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے زندگی وقف کر دی اور قادیان میں بطور انسپکٹر بیت المال کے خدمت کی توفیق پائی۔ مبشر احمد عباسی صاحب جو شہید ہیں، 1968ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ 45 سال کی ان کی عمر تھی۔ ملازمت کی غرض سے 1982ء میں کراچی چلے گئے۔ شہادت کے وقت کراچی کی ایک گارمنٹ فیکٹری میں ملازمت کر رہے تھے۔ 3/مارچ 2013ء کی شام نماز مغرب کے وقت عباس ٹاؤن کراچی میں ایک بم دھماکہ ہوا جس کے نتیجہ میں 50 سے زائد افراد جاں بحق ہوئے اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔ ان کی رہائش بھی عباس ٹاؤن میں ہی تھی۔ واقعہ سے پانچ منٹ پہلے کچھ ادویات وغیرہ لینے کے لئے گھر سے نکلے اور دھماکے کی زد میں آ گئے۔ شنید ہے کہ مبشر عباسی صاحب دھماکے کی جگہ کے بہت قریب تھے اور موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ ابتدائی طور پر آپ کے لاپتہ ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ بعد میں ٹیلی فون پر اطلاع کے ذریعہ سے ہسپتال جا کر آپ کی شناخت ہوئی۔ مبشر عباسی صاحب انتہائی اچھی اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ بچوں اور اہلیہ کے ساتھ اور بہن بھائیوں کے ساتھ اچھا تعلق تھا۔ ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی خدیجہ مبشر بارہ سال کی اور ایک بیٹا نادر بخش دس سال کی عمر کے ہیں۔ ان کے علاوہ تین بہن بھائی ہیں۔

دوسرا جنازہ جو ہے وہ جماعت کے ایک دیرینہ خادم مکرم ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب کا ہے جن کی 3/مارچ 2013ء کو نوّے سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔ آپ 16/اکتوبر 1923ء کو شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ اور ان کے والد حضرت سید سردار احمد شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ انہوں نے آپ کو پیدائش سے پہلے ہی وقف کر دیا تھا۔ آپ نے اسلامیہ کالج لاہور سے بی ایس سی کرنے کے بعد 1946ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان پاس کیا۔ ایم ایس سی کرنے کے فوراً بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے کیمسٹری کے لیکچرار کے طور پر تعلیم الاسلام کالج قادیان میں ان کا تقرر کر دیا۔ اور ان کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ کالج کے ابتدائی اساتذہ میں سے تھے۔ ہجرت کے بعد یہ پہلے لاہور اور پھر جب ٹی آئی کالج ربوہ منتقل ہوا ہے تو وہاں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ 1956ء میں آپ یہاں لندن آئے اور 1958ء میں یونیورسٹی آف لندن سے آرگینک کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ربوہ واپسی پر ٹی آئی کالج ربوہ میں 1963ء تک کیمسٹری پڑھاتے رہے۔ 1963ء میں پھر آپ لندن آئے اور 1964ء میں لندن یونیورسٹی سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کیا۔ رائل انسٹیٹیوٹ آف کیمیکل سوسائٹی کے فیلو بنے اور اسی طرح 64ء سے 78ء تک تعلیم

الاسلام کالج ربوہ میں پروفیسر، ہیڈ آف کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ اور کچھ عرصہ تک انچارج پرنسپل کے طور پر کام کیا۔ 1972ء میں جب کالج اور جماعت کے تعلیمی ادارے حکومت نے زبردستی لے لئے تو پھر ان کی وہاں سے گورنمنٹ کالج راولپنڈی ٹرانسفر کر دی گئی۔ پھر دوسرے دو کالجوں میں پرنسپل رہے۔ بہرحال 1986ء میں یہ ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے ربوہ کے تعلیمی اداروں کی حالت دیکھتے ہوئے اپنے سکول کھولے، پرائمری سکول بھی اور نرسری سکول بھی اور ہائی سکول بھی۔ اور کافی دیر تک جب تک کہ جماعت کے سکول دوبارہ وہاں نہیں کھلے ان کے سکول بڑا اچھا کام کرتے رہے اور بچوں کو سنبھالتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب انتہائی سادہ ہمدرد طبیعت کے مالک تھے ضرورتمندوں کی خدمت کرنے والے، اُن کی مدد کرنے والے تھے۔ جو تعلیم نہیں حاصل کر سکتے تھے اُن کی تعلیم میں مدد کرتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ بڑا پیار و محبت کا سلوک تھا۔ مشورے بڑے مخلصانہ اور بڑے صائب ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے وقت میں جامعہ نصرت کالج برائے خواتین ربوہ میں سائنس بلاک کی تعمیر بھی آپ نے فرمایا تھا تو شاہ صاحب نے ہی کروائی تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ سیکرٹری اصلاح وارشاد لاہور مقرر رہوئے۔ 56ء تا 58ء لندن میں خدام الاحمدیہ کے قائد بھی رہے ہیں۔ اسی دوران سیکرٹری مال جماعت لندن کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ خلافت سے ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ ان کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ان کا پڑھانے کا طریقہ بھی بڑا سادہ تھا۔ میں نے بھی کچھ دن ان سے پڑھا ہوا ہے، طلباء کو دوست بنا کر پڑھاتے تھے۔ بڑی سادگی تھی۔ ان کے بارہ میں مجیب اصغر صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ لنگر خانے میں پاکستان میں ڈیوٹیاں تھیں تو ایک دفعہ یہ لنگر خانے میں آئے۔ ان کے کچھ مہمان آ گئے تھے۔ روٹی لینی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ اچھا۔ اور گرم گرم روٹیاں وہ دینے لگے تو انہوں نے کہا کپڑا لائیں۔ کپڑے میں روٹی ڈال دوں۔ تو انہوں نے کہا کپڑا تو میں لایا نہیں، شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی، قمیض کا پلّو آگے کر دیا کہ اس میں ڈال دو اور لے کے چلے گئے۔ کوئی کسی قسم کا عار نہیں تھا کہ میں اس طرح روٹی اُٹھا کے جا رہا ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کو کھلانی تھی اور اس لحاظ سے بڑی سادگی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ اسی طرح شہید کے بھی درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو صبر، ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔

بفیضِ رسولؐ

ثاقبؔ زیروی

شعور دے کے محمدؐ کے آستانے کا
مزاج بدلیں گے ہم اس نئے زمانے کا

مرے سفینۂ ہستی کے نا خدا ہیں حضورؐ
مجھے نہیں کوئی اندیشہ ڈوب جانے کا

ہمیشہ برق گری ہے مگر بفیضِ رسولؐ
چراغ جلتا رہا میرے آشیانے کا

یہ میرا دل جسے دنیا بھی دل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا

حضورؐ آپ کے ہی اک تبسم لب سے
سلیقہ سیکھا ہے پھولوں نے مسکرانے کا

حضورؐ آپ پہ روشن مری حقیقت ہے
میں ایک سادہ سا کردار ہوں فسانے کا

عبور کیسے کروں زندگی کی راہوں کو
کہ میرے سر پہ بڑا بوجھ ہے زمانے کا

زہے نصیب کہ میرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنوں ہے چراغِ حرم جلانے کا

زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ لے ثاقبؔ
دلوں سے عشق محمدؐ نہیں ہے جانے کا

درود شریف کی اہمیت و برکات

منشاد احمد نیّر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آقا سرورِ کائنات حضرت نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے سلام اور رحمت بھیجنے کا ایک قرآنی حوالہ مع تشریح یوں بیان فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ و مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡماً۔ (احزاب:57)

"خدا اور اس کے سارے فرشتے اس نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایماندارو! تم بھی اس پر درود بھیجو۔اور نہایت اخلاص اور محبت سے سلام کرو۔"

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تشریح میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"آپ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔آپ کی روح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا۔کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ان کی ہمت اور صدق وہ تھا۔کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں۔تو اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

(اخبار الحکم 10 جولائی 1902ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اپنی تقاریر و تحریرات میں کئی ایک مواقع پر اپنے آقا و متاع، سیّد الانبیاء ﷺ کی حیات طیّبہ کو مدّنظر رکھتے ہوئے درود شریف کا ہمہ وقت ورد کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔اپنے ایک عربی قصیدہ فی مدح محمد ﷺ میں آپ نے درود و سلام کے لازوال اور ابدی الفاظ یوں بیان فرمائے ہیں کہ:

یَا رَبِّ صَلِّ علٰی نبیِّک دائماً
فِی ھٰذِہِ الدُّنیا وَ بَعثٍ ثانِی

ترجمہ: اے میرے رب! اپنے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیج۔اِس دنیا میں بھی اور دوسرے عالم میں بھی۔

سیّدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے اپنی ایک تحریک میں احبابِ جماعت کو چند ایک چنیدہ دعاؤں کی طرف توجہ دلائی۔ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو بھی شامل فرمایا ہے کہ

سُبحان اللّٰہِ وبِحمدہٖ سُبحانَ اللّٰہِ العظیم۔اللّٰھُمَّ صلِّ علٰی مُحمَّدٍ و اٰلِ محمَّدٍ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وحی الٰہی کے ان الفاظ کا پسِ منظر اور واقعہ کی تفصیل اپنی تصنیف تریاق القلوب میں درج فرمائی ہے۔آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا۔یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورۃ یٰسین سنائی۔جب تیسری مرتبہ سورۃ یٰسین سنائی گئی۔تو میں دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جو اَب دنیا سے گزر بھی گئے۔دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے۔اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا۔اور بار بار دمبدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔سولہ دن برابر ایسی حالت رہی اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہوا تھا۔وہ آٹھویں دن راہی ملک بقا ہو گیا۔حالانکہ اس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری۔

جب بیماری کو سولھواں دن چڑھا۔تو اس دن بکلی حالت یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورہ یٰسین سنائی گئی۔اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔

تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں۔مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک

دعا سکھلائی۔اور وہ یہ ہے:

سُبحان اللّٰہِ و بِحمدہٖ سُبحانَ اللّٰہِ العظیم۔اللّٰھم صلِّ علٰی محمَّدٍ و اٰلِ محمَّدٍ۔

اور میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال۔اور یہ کلمات طیبہ پڑھ۔اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر۔کہ اس سے تو شفا پائے گا۔

چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا۔اور میں نے اس طرح عمل کرنا شروع کیا۔جیسا کہ مجھے تعلیم دی گئی۔اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی۔اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی۔اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر۔تا اس حالت سے نجات ہو مگر جب وہ عمل شروع کیا۔تو مجھے اس خدا کی قسم ہے۔جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا۔کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے۔اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ ابھی اس پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا۔کہ میں نے دیکھا۔کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی۔اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔جب صبح ہوئی۔تو مجھے الہام ہوا:۔

وَاِن کُنتُم فِی ریبٍ مِّمَّا نَزَّلنَاعَلٰی عَبدِنَافَأتُوا بِشِفَآءٍ مِّن مِّثلِہ۔

یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو۔جو شفا دے کر ہم نے دکھلایا۔تو تم اس کی نظیر کوئی اور شفاء پیش کرو۔''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد15۔ص209)

ایک فارسی شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے معشوق صادق اور محبوبِ خدا ﷺ کے ساتھ محبت و ارادت کے تعلق کا یوں اظہار فرمایا:

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ترجمہ: خدا کے بعد میں محمد ﷺ کے عشق میں سرشار ہوں۔اگر کفر یہی ہوتا ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

فارسی ہی کے ایک اور مصرعہ میں آپ ﷺ کے عالی مقام و مرتبت کا ذکر ان الفاظ میں سپرد قلم فرمایا کہ:

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دل احمد بینم دگر عرشِ عظیم

ترجمہ: خواہ کوئی مجھے ملحد اور گمراہ ہی کیوں نہ کہے۔میں تو یہی کہوں گا کہ میں احمد ﷺ کے دل جیسا کوئی عرشِ عظیم نہیں جانتا۔(توضیح مرام)

آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی برکات اور افضالِ الٰہی کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔وہ بجز وسیلہ نبی کریم ﷺ کے مل نہیں سکتیں۔جیسا کہ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔وَابتَغُوآ اِلیہِ الوَسیلَۃَ۔

تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے۔اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں۔اور کہتے ہیں:۔

ھٰذَا بِمَا صَلَّیتَ عَلٰی مُحمَّدٍ

(یہ انعام تجھے محمد ﷺ پر درود بھیجنے کے نتیجہ میں ملا ہے)''

(روحانی خزائن جلد 22ص131)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درود شریف کو شرطِ بیعت کے طور پر باندھا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں کہ:۔

(شرط) سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنا لے گا۔

ایک موقعہ پر درود شریف کی فی ذاتہٖ حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بوجھ سمجھ کر پڑھنے کی بجائے، آنحضرت ﷺ سے ذاتی تعلق اور ارادت کی بنا پر وِرد کرنے کی نصیحت فرمائی

ہے۔آپؑ فرماتے ہیں کہ:۔

''آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں۔اور جیسا کہ کوئی اپنے پیارے کے لیے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے۔ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے برکت چاہیں۔اور بہت ہی تضرع سے چاہیں۔اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو۔بلکہ چاہیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے سچی دوستی اور محبت ہو۔اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت ﷺ کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد اوّل ص24)

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ:۔

درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے۔جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے۔اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے۔تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔''

(اخبار الحکم 28 فروری 1903ء)

آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے اور اس کا فیض پانے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری توجہ اصل مغز کی طرف دلائی ہے۔آپؑ نے مندرجہ ذیل اقتباس میں اس عمل کا احاطہ یوں فرمایا ہے:

''اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت ﷺ کے فیض حاصل کرو۔تو ضرور ہے کہ اس کے غلام ہو جاؤ۔قرآن کریم میں خدا فرماتا ہے۔قُل یٰعِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَفُوا عَلٰی اَنفُسِهِم۔۔۔۔۔الآیۃ۔اس جگہ بندوں سے مراد غلام ہی ہیں۔نہ کہ مخلوق۔رسول کریم ﷺ کا بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپ پر درود پڑھو اور آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو۔سب حکموں پر کاربند رہو۔جیسا کہ حکم ہے۔قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰهُ۔یعنی اگر تم خدا سے پیار کرنا چاہتے ہو تو آنحضرت ﷺ کے پورے فرمانبردار بن جاؤ۔اور رسول کریم ﷺ کی راہ میں فنا ہو جاؤ۔تب خدا تم سے محبت کرے گا۔''

(البدر جلد 2 نمبر 14 ص109)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک تحریر فرمودہ مکتوب بنام حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ میں درود شریف کے پڑھنے کو صدقہ کی کمی کی تلافی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''محبی اخویم مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔میں نے آپ کا خط پڑھا۔میں انشاء اللہ الکریم آپ کے لیے دعا کرونگا۔تا یہ حالت بدل جائے۔اور انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔مگر میں آپ کو ابھی صلاح نہیں دیتا۔کہ اس تنخواہ پر آپ دس روپیہ ماہوار بھیجا کریں۔کیونکہ تنخواہ قلیل ہے۔اور اہل و عیال کا حق ہے بلکہ میں آپ کو تاکیدی طور پر اور حکماً لکھتا ہوں۔کہ آپ اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ کوئی با گنجائش اور کافی ترقی بخشے۔یہی تین روپے بھیج دیا کریں۔اگر میرا کانشنس اس کے خلاف کہتا تو میں ایسا ہی لکھتا مگر میرا نور قلب یہی مجھے اجازت دیتا ہے۔کہ آپ اس مقررہ چندہ پر قائم رہیں۔

ہاں بجائے زیادت کے درود شریف پڑھا کریں۔کہ وہی ہدیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچتا ہے۔ممکن ہے کہ اس ہدیہ کے ارسال میں آپ سے سستی ہوئی ہو۔والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ 18 مارچ 98ء''

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات کی روشنی میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ سے ذاتی محبت اور تعلق کی بنا پر ہمہ وقت درود و سلام بھیجنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔آمین

مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمَم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسُلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام)

حضرت نبی کریم ﷺ بحیثیت پیغمبرِ امن

لطف الرحمٰن محمود

حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے تین اقسام کے لوگ

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ تاریخِ انسانی کی سب سے زیادہ زندہ و پائندہ شخصیت ہیں۔ روایتی طور پر انبیاء و مُرسلین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تسلیم کی جاتی ہے۔ قرآن مجید اور بائبل میں یہ تعداد پچیس تیس کے لگ بھگ ہے۔ اگر دیگر مذاہب کے بانیوں کی تعداد کو شامل کر لیا جائے تو اس میں پانچ دس کا اضافہ ہو جائے گا۔ مگر ان تمام مقدسین میں سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ حالاتِ زندگی، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے محفوظ ہیں۔ یہ مواد روز بروز نئی وسعتوں سے ہمکنار ہو کر دنیا کی مختلف زبانوں میں اقوامِ عالم تک پہنچ رہا ہے۔

صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے ایسی گہری محبت تھی کہ انہوں نے حضورِ اقدس ؐ کی شخصیت، طبیعت، مزاج، پسند ناپسند، چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اندازِ تکلّم، لباس، طرزِ بُود و باش، غرض ہر قول و فعل کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت اور ذریعۂ نجات جان کر محفوظ کیا اور اسوۂ حسنہ پر ایسی فدائیت سے عمل کیا کہ سُنّتِ رسول ؐ کا ایک ایک پہلو، آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ ہو گیا۔

ہر رسول اور نبی سے، اس کے پیروکاروں نے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ان پیغمبرانِ اقوام و ملل کے تھوڑے بہت حالات ہم تک پہنچے ہیں مگر ان کی تاریخ و سیرت اس طرح مفصل رنگ میں محفوظ نہیں ہو سکی اور نہ ہی اُن کے اسوہ کو ایک ادارے (Institution) کی شکل میں مدوّن ہونے کے مواقع اور حالات میسّر آئے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے پیروکاروں کو بعد میں اس خلا کو پُر کرنے کیلئے دیو مالائی کہانیاں وضع کرنا پڑیں!!

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ حضور ؐ کو ماننے والے اور انکار کرنے والے دونوں کرتے آئے ہیں۔ ماننے والے تو اپنے محبوب، اپنے ممدوح کو عشق و محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ مومنوں، مداحوں، نعت خوانوں اور محبت کرنے والوں کا گروہ ہے۔ سیرت نبویؐ سے دلچسپی رکھنے والے غیر مسلموں کے دو گروہ ہیں۔ وہ جنہوں نے حضور ؐ کی سیرت اور تاریخی واقعات پر غیر جانب داری سے محققانہ نظر ڈالی اور حضور ؐ کی پاکیزہ سیرت و کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مسلمان نہ ہونے کے باوجود انہوں نے حضور ؐ کی تعریف و توصیف کی۔ اس طویل فہرست میں جارج برنارڈ شا، تھامس کارلائل شامل ہیں۔ دوسرا گروہ متعصب، حاسد اور مخالف نقادوں کا ہے۔ ان افراد نے بدنیتی سے مطالعہ کیا اور غلط نتائج اخذ کر کے واقعات کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ اس رجحان کو صلیبی جنگوں (Crusades) جن کا سلسلہ تقریباً پانچ صدیوں 1000ء تا 1500ء پر پھیلا ہوا ہے، کے ماحول نے جنم دینے کے بعد منظّم و مستحکم کیا اور اس میں شدّت اور وسعت آتی چلی گئی۔ اب بھی یورپ میں خاکے بنانے والے یا امریکہ میں قرآن کریم کو نذرِ آتش کرنے والے بدبخت شدّت پسند موجود ہیں۔ ایسی بدرُوحیں ہر دَور میں موجود رہی ہیں لیکن ان عناصر کے بُغض و تعصّب، اشتعال انگیزی اور افتراء پردازی سے حضرت نبی کریم ﷺ کی عظمت و شوکت اور جلال و کمال میں ذرّہ بھر کمی نہیں آئی۔

ماہرینِ نفسیات کا دلچسپ مُشاہدہ

آج سے تقریباً نصف صدی قبل ایجوکیشن کی ڈگری کے حصول کے لئے مجھے تعلیمی نفسیات (Educational Psychology) کا مطالعہ کرنا پڑا۔ اُس زمانے میں ہمارے ایک استاد نے کلاس کے سامنے ایک ماہر نفسیات کا یہ دعویٰ رکھا:

’’مجھے دو مُشابہ جُڑواں بچے (Identical Twins) دے دو۔ میں ایک کو نبی بنا دوں گا اور دوسرے کو خونخوار ڈاکو‘‘۔ مجھے اُس وقت بھی اس بیان میں مُبالغہ نظر آیا مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ عہدِ طفولیت اور بچپن کے حالات و واقعات وغیرہ کا

افراد کی شخصیت، سیرت، کردار اور سوچ پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات''، صحیح ہے تو اس کا دوسرا پہلو بھی غلط نہیں۔ یعنی ''پُوت کے پاؤں پالنے میں دیکھے جاتے ہیں'' اس حوالے سے جب اس عاجز نے بعض ایسی شخصیات کے بچپن اور بلُوغت کی طرف سفر کے سالوں کا مطالعہ کیا جو ظلم، تشدّد، قتل و غارت اور بے رحمی میں ملوّث رہے اور امن کو پامال کرنے میں نام کمایا تو مجھے ماہرینِ نفسیات کے اس قسم کے دعاوی میں ایک قسم کی بنیادی صداقت نظر آئی۔ میں یہاں اس فہرست سے بطور مثال تین افراد، نیرو (Nero) ہٹلر (Hitler) اور سٹالین (Stalin) کا ذکر کروں گا۔ ممکن ہے کہ ایک آدھ مثال اور بھی دے دوں۔ اس مضمون کی تیاری کے لئے ایک دفعہ پھر میں نے ان افراد کے حوالے سے بعض مآخذ اور کُتب کا مطالعہ کیا۔ اس ذیلی عنوان کے آخر میں ان لوگوں کے بچپن وغیرہ کا حضرت نبی کریم ﷺ کے خوشگوار بچپن، لڑکپن اور ابتدائے شباب سے موازنہ کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

نیرو کے حالات

نیرو نے ''بدنام'' ہوکر بڑا نام کمایا۔ بچپن میں اس پر وہ دن بھی آئے جب اُس کی حالت گداگر طفل کی تھی۔ باپ کے مرنے کے بعد، اس کے چچا نے تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اور یتیم بھتیجے کو ایک رشتہ دار کے سپرد کر دیا (Nero مصنفہ Richard Holland)۔ اس کی ماں Agrippina کو درباری سازشوں میں مُلوّث ہونے پر ٹریژن یعنی غدّاری کے الزام میں جلاوطن کر دیا گیا۔ نیرو بچپن میں باپ کے سنگدلانہ تشدُّد کا شکار ہوا۔ اس کا باپ کہا کرتا تھا کہ اس (نیرو) کی سرشت اور خُو بُو کا بچہ لازماً خطرناک ہوتا ہے دوسروں سے نفرت انگیز سلوک کرتا ہے۔ نیرو بڑا ہوکر 54 A.D. میں روم کا شہنشاہ بن گیا مگر تلخ بچپن نے اس کے مزاج پر یہ اثر ڈالا کہ وہ ہر وقت شک وشبہ میں مبتلا رہتا۔ اُسے یہ خوف لاحق رہتا کہ لوگ اُس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اس وہم میں اُس نے سینکڑوں لوگ قتل کروا دیئے۔ حتّٰی کہ اُس نے اپنے سوتیلے بھائی کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔۔ اپنی پہلی بیوی کا سر قلم کروا دیا۔ اُس نے اپنی دوسری اہلیہ کو اس زور سے ٹھوکر (kick) ماری کہ بیچاری کا دم نکل گیا۔ اُس نے 64 A.D. میں روم شہر کو آگ لگوا کر تباہ کر دیا۔ اور الزام عیسائی اقلیت پر لگا دیا اور اس جُرم میں انہیں درندوں کے آگے ڈال دیا۔ اس قسم کے مظالم کے بعد اُس نے عوامی بغاوت اور احتساب کے خوف سے خودکُشی کر لی۔ خوش فہمی کا یہ عالم تھا کہ بوقتِ مرگ اس کے آخری الفاظ تھے۔ ''اس کی ذات میں دنیا کتنے عظیم آرٹسٹ سے محروم ہو رہی ہے!''

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے کتاب۔ 100 Greatest Tyrants مصنفہ Andrew Langley، پبلشر Grollier ایڈیشن 1997ء)

ہٹلر

جرمنی کے مردِ آہن، ہٹلر کے تمام بائیوگرافرز نے یہ بات ضرور لکھی ہے۔ ہٹلر کا باپ انتہائی سخت گیر اور متشدّد شخص تھا جس کی زیادہ تر دلچسپیوں کے محور گھر سے باہر تھے۔ گھر کے اندر فقط تشدد، مار پیٹ اور بیزاری تھی۔ ہٹلر کا بچپن خوشگوار نہ تھا۔ ہٹلر کی والدہ، اپنے شوہر سے 22 سال چھوٹی تھی (یہ ہٹلر کے باپ کی تیسری شادی تھی) بیوی بچوں کے لئے اس کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ بچوں کی نسبت اُسے شہد کی مکھیوں سے زیادہ پیار تھا جو ریٹائر ہونے کے بعد اُس کی آمد کا ذریعہ بن سکتی تھیں۔ ہٹلر بھی اپنے باپ کی بے رحمی اور تشدُّد کا شکار ہوا۔ باپ اُسے اپنی طرح سرکاری ملازم دیکھنا چاہتا تھا مگر ہٹلر مصور اور آرٹسٹ کے طور پر شہرت حاصل کرنا چاہتا تھا باپ کی وفات کے بعد، والدہ نے اُسے سیکنڈری سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں داخل کروایا۔ اُس کا سیکنڈری سکول جانا بھی ایک حادثہ ہی ثابت ہوا۔ وہ صرف ڈرائینگ کے مضمون میں پاس ہوتا رہا۔ سکول کی رپورٹوں میں ہٹلر کے لئے ''کاہل۔ ضدّی اور بے تمیز'' کے ریمارکس پائے جاتے ہیں۔ ہٹلر نے اپنی خودنوشت سرگزشت میں ''تعلیمی خرابی'' کی وجہ باپ کے تشدُّد کو قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے کتاب۔ Hitler and Stalin, Parallet Lives مصنفہ Alan Bullock ناشر Vintage صفحہ 8,7)

ہٹلر کی ایک دوسری سوانح عمری میں باپ (Alois Hitler) کے ہاتھوں بچوں پر وحشیانہ تشدُّد کی مزید تفصیل ملتی ہے۔ ہٹلر کا بڑا بھائی اس مار پیٹ سے تنگ آکر 14 سال کی عمر میں گھر سے بھاگ گیا۔ ہٹلر کی بہن Paula کا بیان ہے کہ ہٹلر کو بلاناغہ، باپ سے مار پڑتی تھی۔ ہٹلر کا اپنا بیان بھی اس کتاب میں درج ہے کہ ایک دن اُسے باپ سے پشت پر 32 ہنٹر پڑے۔

(Hitler__The Path to Power مصنفہ Charles B. Flood صفحہ 7)

اس قسم کے ظالمانہ سلوک کے بعد بچے میں محبت اور شفقت کے جذبات کی بجائے نفرت اور بغاوت ہی کی آگ سلگ سکتی ہے۔ہٹلر کے مظالم کے مختصر سے ذکر کی بھی یہاں گنجائش نہیں ع

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کیلئے

جوزف سٹالین

رُوس کے ظالم، سخت گیر اور خونخوار ڈکٹیٹر کا بچپن اور لڑکپن تشدّ د، تلخیوں اور محرومیوں سے بھرا پڑا ہے۔5 سال کی عمر میں اُسے چیچک ہوگئی۔اس بیماری کے حملے سے وہ مرتے مرتے بچا۔پھر بچپن میں ایک اور حادثے میں اُس کے ایک بازو میں ہمیشہ کے لئے خرابی اور کمزوری پیدا ہوگئی۔سٹالین کا باپ جُوتوں کی فیکٹری میں کام کرتا تھا۔بلا کا شراب نوش تھا۔شراب کے لئے ایک مرتبہ اپنی بیلٹ بھی بیچ ڈالی۔اسی نشے کی وجہ سے گھر میں اکثر مالی تنگی رہتی۔

اس شراب نوشی کے نتیجے میں بیچارے سٹالن کی ہر روز درگت بنتی۔سٹالن کے سوانح نویسوں نے یہ بات لازماً لکھی ہے کہ اُس کا باپ نشے میں دُھت ہوکر اُسے بلاوجہ مارتا۔اوراس مسلسل بلاجواز مار پیٹ نے سٹالن کو باپ کی طرح بے رحم اور سخت گیر بنا دیا۔

سٹالن پر باپ کے تشدّ د کی ایک مثال نہایت تکلیف دہ ہے۔ایک سوانح نگار لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ باپ نے سٹالن کو اس زور سے فرش پر دھکا دیا کہ کئی دن تک لڑکے کے پیشاب میں خون آتا رہا۔

(ملاحظہ فرمائیے کتاب، Young Stalin صفحہ 30 پبلشر Alfred A. Knopf ایڈیشن 2007ء)

ایک مرتبہ سٹالن چیختا چلاتا ہمسایوں سے یہ کہہ کر مدد کا طالب ہوا کہ جلدی آؤ میرا باپ میری ماں کو قتل کر رہا ہے۔اسی صفحے پر مصنف نے ماہرینِ نفسیات کی یہ رائے بھی درج کی ہے:

''ماہرینِ نفسیات کا خیال ہے کہ تشدّ د سے ہمیشہ بچوں کو نقصان پہنچتا ہے۔یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ایسے تشدّ د کے نتیجے میں بچوں میں محبت اور ہمدردی پیدا نہیں ہوسکتی۔بہت سے ایسے بچے جو نشہ میں دُھت اپنے باپوں کی مار پیٹ اور تشدّ د کا شکار ہوئے ہوں، وہ خود بڑے ہوکر اپنے بچوں اور بیویوں پر ایسا ہی تشدّ د کرتے ہیں۔بلکہ بعض تو سنگدل قاتل بن جاتے ہیں۔''(ایضًا صفحہ 30)

ضمناً عرض ہے کہ سٹالن کی ماں مذہبی مزاج کی خاتون تھی۔وہ سٹالن کو پادری بنانا چاہتی تھی۔اُس نے دس سالہ سٹالن کو ایک پادری کی مدد سے چرچ سکول میں داخل بھی کروایا۔مگر باپ کے ظالمانہ تشدد نے اُسے ایسا بگاڑا کہ ماں کا خواب پورا نہ ہوسکا۔ایک مرتبہ سٹالن کے اقتدار کے دنوں میں والدہ نے اُسے کہا بھی کہ اگر وہ پادری بنتا تو اچھا تھا!۔اُس وقت روس کا یہ ڈکٹیٹر ہزاروں لاکھوں کسانوں اور مزدوروں کے قتلِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگ چُکا تھا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا پاکیزہ اور خوشگوار بچپن

مندرجہ بالا سفّاک اور ظالم انسانوں کے ذکر کے بعد، میں اب کس مقدس وجود کا ذکر کرنے جا رہا ہوں ؂

زباں پہ بارِ خُدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نُطق نے بوسے مری زباں کے لئے

مندرجہ بالا لوگوں کے برعکس، حضورؐ کا پاکیزہ بچپن اور لڑکپن ہر لحاظ اور ہر حوالے سے خوشگوار، خوشی اور سکینت کا مرقع تھا۔اگر چہ حضورؐ کے والد، جناب عبداللہ حضورؐ کی ولادت سے چند ماہ قبل انتقال کر گئے۔مگر والدہ حضرت آمنہ، دادا عبدالمطلب اور ان کے 9 فرزند اور 6 بیٹیاں یعنی حضورؐ پر یہ 15 بزرگ اور دیگر افرادِ خاندان محبتیں نچھاور کرتے رہے۔ولادت باسعادت کے بعد، عبدالمطلب اس پوتے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور وہاں حضور کے اسم گرامی ''محمدؐ'' کا اعلان فرمایا۔حضورؐ 6 سال کے تھے کہ والدہ کے انتقال کے بعد جناب عبدالمطلب نے آپؐ کو اپنی نگہداشت میں لے لیا۔وہ اس پوتے سے بہت پیار کرتے تھے۔حتّٰی کہ سرکاری اور قبائلی تقاریب میں اپنے ساتھ مسندِ امارت پر بٹھاتے۔حضورؐ بھی اصرار کر کے دادا کے ہمراہ بڑوں کی نشستوں اور مجالس میں جاتے۔ایک دو اعمام نے روکنا چاہا مگر عبدالمطلب آڑے آئے کہ اسے کچھ نہ کہو یہ خاص بچہ ہے یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد 8 سال کی عمر میں جناب ابوطالب نے جو حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے، حضورؐ کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالی۔انہوں نے بھی حضور کو دادا جیسا پیار دیا۔بہت عزیز رکھا۔اپنے ساتھ سلاتے۔حضورؐ بھی اُن سے بہت مانوس ہوگئے۔حتّٰی کہ 9 اور 11 سال کی عمر

میں حضورؐ کے اصرار پر، ابوطالب انہیں شام کے سفر پر لے گئے۔ حضرت ابوطالب کی یہ کفالت اور حفاظت، حضورؐ کے دعویٰ رسالت کے بعد بھی جاری رہی۔ شعب ابوطالب کی محصوری اور سوشل بائیکاٹ کے سالوں میں بھی ابوطالب نے ساتھ دیا اور عام الحزن (619) میں فوت ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کی حضورؐ سے محبت و الفت اور فدائیت کی الہاماً خبر دی۔ اس آسمانی شہادت سے بھی حضورؐ کے بچپن کی پاکیزگی اور خوشگواری کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت ابوطالب کی زوجہ محترمہ فاطمہؓ بنتِ اسدؓ نے بھی حضورؐ کو حقیقی ماں جیسا پیار دیا۔ انہوں نے حضرت ابوطالب کی نسبت لمبی عمر پائی۔ مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ ان کا مزار بھی جنت البقیع میں ہے اور اُن چند مشہور مزاروں میں شامل ہے جن کی آسانی سے نشاندہی ہو جاتی ہے۔ (مثلاً حضرت عثمان خلیفہ ثالثؓ، حضرت حلیمہ سعدیہ، حضورؐ کے فرزند ابراہیم، حضرت فاطمہؓ، اُمہات المؤمنینؓ، امام مالکؒ)

عرض ہے کہ اس چچی کی وفات پر حضورؐ کو بہت صدمہ ہوا۔ اس پر کسی نے پوچھا آپ اتنے غمزدہ کیوں ہیں؟ حضورؐ نے جواب دیا:

''کیوں نہ ہوں جب میں اس گھر میں یتیم بچہ تھا تو وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر مجھے کھلاتی تھیں۔ وہ اپنے بچوں کو نظر انداز کر کے میرے سر میں کنگھا کرتی تھیں اور میرے لئے ماں کی طرح تھیں''

(یعقوبی 14,11 بحوالہ پیغمبرِ اسلام ﷺ از ڈاکٹر حمیداللہ، اردو ترجمہ۔ پروفیسر خالد پرویز۔ پبلشر بیکن بُکس۔ ملتان۔ صفحہ 58 ایڈیشن 2005ء)

حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھ جناب ابوطالب کے ذکر کے تسلسل کی وجہ سے حضورؐ کے بچپن کے چند اہم سالوں کا تذکرہ موٴخر کرنا پڑا یعنی حضورؐ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں قیام۔ شرفائے مکہ کے ہاں یہ روایت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو مکہ سے باہر پرورش پانے کے لئے صحرائیوں کے سپرد کر دیتے تھے جہاں وہ بچپن کے سال گزارتے۔ عمدہ صحت اور نشوونما کے علاوہ ایک اور فائدہ بھی ہوتا کہ اس ماحول میں رہ کر وہ بدّوؤں کی خالص عربی زبان بھی سیکھ جاتے۔

حضورؐ کو بنوسعد کی ایک شریف خاتون، حلیمہ کے سپرد کیا گیا۔ حضور وہاں ان کے چار بچوں (عبداللہ، انیسہ، حُذیفہ اور شیما) کے ساتھ پلے بڑھے۔ بنی سعد کی فصیح و بلیغ عربی پر اپنے عبور کو حضورؐ نے خود بھی سراہا ہے۔ جناب حلیمہؓ، حضور کو والدہ اور دادا سے ملانے کیلئے مکہ لاتی رہتیں۔ ابنِ اسحاق کی تحقیق کے مطابق، حضورؐ نے اپنی رضاعی والدہ کے ہاں 6 سال کا عرصہ گزارا۔ (بحوالہ سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلی صفحہ 116 ایڈیشن 1991ء) حضورؐ نے اپنی رضاعی والدہ کی محبت و شفقت کو ہمیشہ یاد رکھا۔ وہ جب بھی حضورؐ کی ملاقات کے لئے آتیں تو حضور اُٹھ کر ان کا استقبال کرتے اور ''میری امی میری امی'' کہہ کر اُن سے لپٹ جاتے۔

حضرت حلیمہؓ نے لمبی عمر پائی۔ اُنہیں اور اُن کے شوہر حارث بن عبدالعزّیٰ کو قبول اسلام کی توفیق بھی ملی۔ حضرت حلیمہؓ مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ مجھے اُن کے مزار پر بڑی عاجزی سے ان الفاظ میں دُعا کرنے کی توفیق ملی: آپ نے ہمارے پیارے آقاؐ کی طفولیت اور بچپن میں بڑے پیار سے پرورش اور نگہداشت کی اللہ تعالیٰ آپ کو اُمّت مسلمہ کی طرف سے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

حضورؐ کے بچپن کے حالات کے حوالے سے مجھے یہاں حضور ﷺ کے ایک مشغلہ کا ذکر کرنا ہے یعنی بکریاں چرانے کا کام۔ اُس زمانے میں بھی عرب شوق سے بھیڑ بکریاں پالا کرتے تھے۔ ان جانوروں کے ریوڑ ان کی غذائی ضرورت بھی تھی۔ حضورؐ کو رضاعی والدہ کے گھر میں ان جانوروں سے واسطہ پڑا ہوگا مگر حضرت ابوطالب کے ہاں قیام کے دوران دس بارہ برس کی عمر میں دوسرے عرب بچوں کی طرح حضورؐ نے بھی بکریاں چرائیں۔ زمانہ رسالت میں حضورؐ نے اس کا ذکر بھی فرمایا۔ بلکہ اسے ''انبیاء کی سُنّت'' قرار دیا۔

(سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 103 ایڈیشن 2004 پبلشر نظارت نشر و اشاعت قادیان)

چونکہ انبیاء نے دعوتِ حق کے ذریعے خلقِ خدا کی اصلاح کا کام کرنا ہوتا ہے۔ قبولِ حق سے قبل عوام میں سے اکثر جانوروں کی سطح پر ہوتے ہیں۔ انہیں خدا نما انسان بنانے کیلئے انہیں منظّم کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین کو بھیڑ بکریوں کی نگہداشت کے مرحلے سے گزارتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت نبی کریم ﷺ کو بھی بکریاں چرانے کے مواقع ملے۔ علامہ شبلی نعمانی نے حضورؐ کے بکریاں چرانے کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مجھے اُن کے یہ الفاظ بہت اچھے لگے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ یہ عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا''

(سیرت النبی ﷺ جلد اوّل صفحہ 118، ایڈیشن 1991 پبلشر۔ الفیصل۔ لاہور)

خوشگوار بچپن کا حضورؐ کی شخصیت پر اثر

اگرچہ حضور ﷺ پر لفظ ''یتیم'' کا اطلاق ہوتا ہے بلکہ اس یتیمی میں ایک قسم کی انتہاء پائی جاتی ہے۔ والد حضورؐ کی ولادت سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ والدہ جب آپؐ کی عمر 6 برس کی تھی، انتقال فرما گئیں۔ دادا نے دیکھ بھال شروع کی تو

وہ دو سال بعد داغِ مفارقت دے گئے۔لیکن اس صورتِ حال کے باوجود حضورؐ محبت،توجہ،شفقت اور کفالت ونگہداشت سے محروم نہیں ہوئے۔ان عناصر سے محرومی کی وجہ سے یتامیٰ کی شخصیت وکردار میں بعض خامیاں اور کمزوریاں رہ جاتی ہیں۔مگر حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے یتیمی کے تمام منفی اثرات سے محفوظ رکھا۔ربِّ کریم نے قرآن مجید میں بطور خاص اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا ہے۔سورۃ الضُّحٰی جسے اکثر مفسرین سورۃ العلق اور سورۃ المدثر کے بعد تیسری سورت قرار دیتے ہیں کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے:

اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی

اللہ تعالیٰ نے اس دُرِّ یتیم کو خود اپنی حفاظتِ خاص میں لے لیا۔حضورؐ کی طفولیت، بچپن،لڑکپن اور شباب غرض ہر مرحلے پر حضورؐ کو یہ کفالت،حفاظت اور خیر سگالی میسّر آتی رہی۔حضورؐ مکّہ میں پروان چڑھے۔اور اُس معاشرے میں ''امین'' اور ''صادق'' مانے گئے اور مشہور ہوئے۔منصبِ رسالت پر فائز ہونے کے بعد، اگرچہ کُفّارِ مکّہ کی طرف سے سخت مخالفت اور مزاحمت بھی ہوئی مگر وہ لوگ بھی اپنی امانتیں حضورؐ ہی کے پاس رکھواتے۔آپ کی امانت و دیانت کے وہ بھی قائل تھے۔حضورؐ کی ہجرت مدینہ کے بعد،حضرت علیؓ کو ان لوگوں کی امانات واپس کرنے کے لئے کچھ دن مکہ میں ٹھہرنا پڑا۔

حضورؐ پر بچپن میں کبھی گھریلو تشدُّد نہیں ہوا۔عرض کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب عبدالمطلب کو10 بیٹوں سے نوازا تھا۔حضرت عبداللہ لڑکوں میں سب سے چھوٹے تھے جو جلد فوت ہوگئے۔باقی پندرہ بیٹوں بیٹیوں یعنی حضورؐ کے چچوں اور پھوپھیوں اور دیگر ہاشمیوں کی طرف سے حضورؐ سے ہمیشہ محبت وشفقت کا سلوک ہوتا رہا۔حتّٰی کہ عبدالعُزّٰی (ابولہب) بھی پیار کرتا تھا بعد میں مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا۔اس محبت و الفت نے حضورؐ کو غیر معمولی خود اعتمادی سے ہمکنار کیا اور سادگی کے باوجود ایک کوہِ وقار شخصیت بن کر اُبھرے۔محبت کے سائے میں پلنے والا دوسروں کو بھی محبت ہی دیتا ہے۔حضورؐ اولاد، ازواج اور دوسرے افرادِ خاندان سے ہمیشہ شفقت اور تلطُّف سے پیش آتے رہے۔حتّٰی کہ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے والے کسی خادم پر بھی سختی نہیں کی۔زید بن حارثہ حضرت خدیجہؓ کی وساطت سے حضورؐ کے زیر سایہ آئے۔اُن کے والد اور چچا موجودگی کی اطلاع ملنے پر انہیں لینے کے لئے مکہ آئے مگر زید نے حضورؐ کا گھر چھوڑ کر جانے سے انکار کردیا۔بالفاظ دیگر ''غلامی'' کو آزادی پر ترجیح دی۔

رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہؓ کے گھر اور علاقے میں گزُارا ہوا زمانہ بھی ایک نعمت ثابت ہوا۔وہاں صحرا اور جنگل میں نیچر یعنی قدرتی ماحول سے ہم آہنگ ہونے کے مواقع ملے۔بھیڑ بکری چرند پرند،گھاس پھوس،پھل پھُول،سے لطف اندوز ہوتے رہے۔زندگی کی حفاظت کی چھاپ گہری ہوئی۔عہدِ رسالت میں کسی کو چیونٹیوں کو آگ میں پھینکتے دیکھا تو منع فرمایا۔کسی نے پرندے کو تکلیف پہنچائی تو تلافی کرنے کا حکم دیا۔اگرچہ عصمتِ کُبریٰ اور اسوۂ حسنہ والی سیرت حضورؐ کے لئے خاص عطیہء خداوندی تھی مگر اس کے اسباب بھی مسبّب الاسباب نے مہیا فرمائے تھے۔حضورؐ کا خوشگوار پاکیزہ بچپن بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

ماہرینِ نفسیات نے ہٹلر،سٹالن اور شمالی کوریا کے ڈکٹیٹر کِم کا نفسیاتی تجزیہ کرکے، ان خامیوں اور خرابیوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔Scientific America میں جیسن گولڈمین کے مضمون Psychology of Dictatorship میں ان آمروں کے درج ذیل عیوب کی فہرست دی گئی ہے:

1۔ دماغی پراگندگی اور ابتری (Paranoid)

2۔ سماج دشمن مزاج (Antisocial)

3۔ نرگسیت کا مریض (Narcissistic)

4۔اذیت پسند (Sadistic)

5۔ذاتی شان وشوکت کے اظہار میں منہمک رہنے والا (Excessive Grandiosity)

6۔ منحرف اور کج رَو سوچ (Aberrant Thinking)

ملاحظہ فرمائیے اخبار مذکور، کی اشاعت مورخہ 19 دسمبر 2011ء۔

جہاں تک مخالفین ومکذبین کا لٹریچر، میری نظر سے گزرا ہے، بدترین نقادوں نے بھی ان میں سے کسی عیب کو حضورؐ کی طرف منسوب نہیں کیا۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضورؐ کا بچپن انتہائی پاکیزہ اور خوشگوار تھا جس پر سورۃ الضُّحٰی کی آیت 7 گواہ ہے۔

قیامِ امن کے عناصر ترکیبی کا حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس میں بے مثال ظہور

امن کے قیام اور استحکام کے لئے مخلص انسان کی شخصیت اور مزاج میں درج ذیل صفات وخصوصیات کی موجودگی اس کارِ خیر کا ایک لازمی تقاضا ہے:

1۔ جارحیت اور تشدد سے فطری بیزاری

2۔امن کے لئے جائزحقوق سے بھی دستبردار ہونے کا حوصلہ

3۔ظلم اور ناانصافی کا شکار ہونے والوں کا ساتھ دینے کی جرأت

4۔ملک رُوطن میں نافذ العمل قانون رآئینی روایات

(Law of the Land) کے احترام کا جذبہ

5۔ بلندیٔ کردار جس میں رواداری، ہمدردیقانون کی بالا دستی اور میزانِ عدل کے سامنے مساوات کے اصول پر یقین بھی شامل ہے۔

یہ تمام صفات اور خصوصیات حضرت نبی کریم ﷺ میں بدجہ ءاتم موجود تھیں اوران کا ظہور وصدور منصب رسالت سے پہلے بھی ہوتا رہا مگر وحی الٰہی سے سرفراز ہونے اور نزولِ قرآن کے ساتھ فطرتِ صحیحہ کا نور مزید اجاگر ہوا اور نئی عظمت و شان سے ہمکنار ہوا۔ اس مضمون میں مندرجہ با صفات کو ذہن میں رکھ کر حضورؐ کی سیرت طیبہ سے مثالیں دی جائیں گی جس سے ثابت ہوجائے گا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں دنیائے انسانیت کوسب سے بڑا داعیٔ امن مُیسّر آیا۔

’’حرب‘‘ کے نام سے فطری بیزاری

زمانہء جاہلیت (زمانہ قبل از اسلام) میں عرب ہر قسم کے اچھے بُرے نام بچوں کیلئے تجویز کر لیتے تھے۔اگر کوئی ایسا نام حضورؐ کے نوٹس میں آتا جس کے معنی اچھے نہ ہوتے یا حضورؐ کو پسند نہ ہوتے تو جنابِ رسالت مآبؐ ایسے نام بدل دیتے۔ ’’حرب‘‘ یعنی جنگ بھی ایسا ہی نام تھا جو حضور ﷺ کو ناپسند تھا اور حضور نے بدل کر سلمہ (سلامتی) کردیا۔(سُنن ابو داؤد جلد سوم صفحہ 578، اعتقاد پبلشنگ ھاؤس دھلی)۔ اسی کتاب میں بُرے نام تبدیل کرنے کی بعض اور مثالیں بھی موجود ہیں۔حضرت عمرؓ کی بیٹی عاصیہ (نافرمان) کا نام بدل کر ’’جمیلہ‘‘ کردیا۔ حزن کی بجائے ’’سہل‘‘ اور شہاب (شعلہ) کی جگہ ’’ھشام‘‘ تجویز فرمایا۔حضورؐ نے کئی مقامات اور گھاٹیوں کے بُرے معانی والے نام بدل کر اچھے نام تجویز فرمائے۔ اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنگ وجدال کی آرزو نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر دشمن کی طرف سے جنگ مسلط کردی جائے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے فتنے کے سدِّ باب کی خاطر ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

حلف الفضول

حضرت نبی اکرم ﷺ کے دعویٔ رسالت سے کئی سال پہلے کی بات ہے، 595ء میں مکہ میں ظلم وستم، ناانصافی اور حقوق کے اتلاف کے سدِّ باب کے لئے حلف الفضول کا عہد نامہ معرضِ وجود میں آیا۔اس خیال کے محرک دراصل حضورؐ کے عمِّ محترم، زبیر بن عبدالمطلب تھے مگر تین اور شخصیات کو اسے عملی شکل دینے کا موقع ملا۔حضور ﷺ نے بھی اس معاہدے میں شرکت فرمائی۔حضورؐ اس وقت نوجوان ہی تھے۔حضورؐ کو ظلم اور زیادتی کے معاملات کی اصلاح کے مواقع بھی ملے۔ضمناً عرض ہے کہ حضور ﷺ عہدِ رسالت میں بھی حلف الفضول کو قدر ومنزلت کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ فرمایا:

’’میں اس اعزاز وافتخار کو سرخ اونٹوں کے بدلے میں دینے کیلئے تیار نہیں‘‘

(پیغمبرِ اسلام۔ ڈاکٹر حمیداللہ۔ اردو ترجمہ صفحہ65)

ڈاکٹر حمیداللہ مرحوم نے مندرجہ بالا کتاب میں حِلف الفضول کے نام پر انسدادِ مظالم کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔ان میں ایک واقعہ حضور ﷺ کی مداخلت کا بھی ہے۔اُس وقت حضور ﷺ منصبِ نبوت پر فائز ہو چکے تھے اور ابوجہل سخت مخالف بلکہ جانی دشمن تھا۔حضورؐ مظلوم سائل کو لے کر دادرسی کیلئے، بنفسِ نفیس ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے۔ابوجہل مبہوت ہوگیا اور اس تاجر کو فوراً پوری قیمت ادا کردی۔(ایضاً صفحہ 67,66)۔اس واقعہ سے حضورؐ کے قلبِ صافی میں قیامِ عدل کیلئے سچی تڑپ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حجرِ اسود کی تنصیب کا واقعہ

یہ حضورؐ کے منصب رسالت پر فائز ہونے سے 5 سال پہلے کا یعنی 605ء کا واقعہ ہے۔جو حضرت نبی کریم ﷺ کی ذہانت وفراست اور عقل ودانش کے علاوہ قیامِ امن کی کامیاب کوشش کی بھی مثال ہے۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ بارشوں سے خانہ کعبہ کی عمارت کو بہت نقصان پہنچا۔تعمیرِ نو کے بعد حجرِ اسود کی تنصیب کے وقت مکہ کے مختلف قبائل کے سرداروں نے اس خدمت کیلئے اپنا اپنا حق جتلایا اور عربوں کے دستور کے مطابق خُون کے پیالے میں اپنی اپنی انگلیاں ڈبو کر، ہر قیمت پر اپنا حق لینے کا اعلان کردیا۔اس

خون خرابے کے قوی امکان کے پیشِ نظر مکہ کا امن خطرے میں پڑ گیا۔ اس موقع پر حضورؐ کے دانش مندانہ فیصلے سے قتل و غارت کا خطرہ ٹل گیا۔ اور لُطف یہ ہے کہ سب سرداروں نے محسوس کیا کہ اُن کا حق محفوظ رہا ہے۔

حضورؐ کے فیصلہ کا حُسن ملاحظہ فرمائیے۔ ارضِ مکہ کے صادق و امین نے اپنی چادر بچھا کر اس کے وسط میں حجرِ اسود رکھ دیا اور سب سرداروں سے کہا کہ چادر کے کونے اور دوسرے حصے تھام لیں اور اسے حجر اسود کے مقام تک لے چلیں۔ جب چادر حجر اسود کی تنصیب کے مقام کے برابر ہوگئی تو حضورؐ نے اس پتھر کو اُٹھا کر اس کے مقام پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ ہر سردار نے محسوس کیا کہ اُسے اس شرف میں برابری کا حصہ ملا ہے! محافظِ امن و عدل پر لاکھوں درود اور سلام!

شعبِ ابی طالب میں تین سالہ بائیکاٹ کا فیصلہ

قریشِ مکّہ نے حضورؐ کے خلاف ایک اور ظالمانہ فیصلہ کیا۔ حضور اور بنی ہاشم کے حمایت کرنے والے افراد کو تین سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا۔ لین دین، شادی بیاہ اور دیگر سماجی تعلقات کو معطّل کر دیا گیا۔ اور اس ظالمانہ فیصلے کو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ ایّامِ حج میں ریلیف کی صورت پیدا ہو جاتی۔ موسمِ حج گزرنے کے بعد وہ تمام سختیاں بحال کر دی جاتیں۔ حضورؐ اور بنی ہاشم نے اس فیصلے پر تین سال تک عمل کیا اور اس کے خلاف مسلّح اقدام اور کسی اور قسم کے احتجاج یا ردِّ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسے سِرًّا واعلانیۃً سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اپنے ایثار سے ہر قسم کے دُکھ جھیل کر امنِ عامہ کو برقرار رکھا۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ بائیکاٹ کی یہ دستاویز خانہ کعبہ میں برقرار اور محفوظ نہ رہ سکی۔ اُسے دیمک چاٹ گئی!! سوائے ''اللہ'' کے نام کے۔

اب عاجز چند مثالیں حضورؐ کی مدنی زندگی سے پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہے:

میثاقِ مدینہ اور مذہبی رواداری

قیامِ امن کے لئے مذہبی رواداری کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ یثرب یعنی مدینہ میں دو بڑے عرب قبائل اوس اور خزرج آباد تھے جو قبولِ اسلام سے پہلے آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اسلام کی برکت سے ان میں امن قائم ہوا۔ اوس و خزرج کے علاوہ مدینہ میں یہود کے چھوٹے بڑے بیس قبائل اور اُن کی شاخیں موجود تھیں جن میں سے تین اپنی تعداد، مالی وسائل، اور جنگی قوت کی وجہ سے زیادہ اہم تھے یعنی بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنو نضیر۔ سب سے پہلے حضورؐ نے مہاجرین اور انصارِ مدینہ کو اخوّت کے رشتے میں منسلک کیا۔ اس کے بعد میثاقِ مدینہ (جسے تاریخ انسانی کا پہلا Written Constitution ہونے کا مقام حاصل ہے) کے ذریعے یہودی قبائل کو حقوق و مراعات دیں یہاں تک کہ اُنہیں ریاست کا برابر کا شہری قرار دیتے ہوئے ''ملّتِ واحدہ'' کی اصطلاح میں شامل کیا گیا۔ جس قسم کی مذہبی رواداری کا حضورؐ نے اظہار فرمایا، وہ عہدِ حاضر کے قانون سازوں کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔ میثاقِ مدینہ کا متن سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اکثر مورخین نے اس کی 47 دفعات کا ذکر کیا ہے مگر ڈاکٹر حمید اللہ نے تمام 52 دفعات نقل کی ہیں۔ اس تاریخی آئین کی بعض دفعات بطور مثال پیش خدمت ہیں جن سے فلاح و بہبود، عدل و انصاف، امن اور رواداری کے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ آج سے 1400 سال قبل کی دستاویز کی دفعات ہیں!

دفعہ نمبر 12: اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد دیئے بغیر چھوڑ نہ دیں گے تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

دفعہ نمبر 25: اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت (یا اُمّت) تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو اُن کا دین اور مسلمانوں کو اُن کا دین۔ موالی ہوں یا اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرلے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

اس کے بعد دفعات 26 تا 35 میں یہود کے دیگر قبائل اور ذیلی شاخوں کے نام لے کر انہی حقوق کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

دفعہ نمبر 47: اور یہ حکم نامہ کسی ظالم یا عہد شکنی کے آڑے نہ آئے گا اور جو جنگ کو نکلے تو بھی امن کا مستحق ہوگا اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو بھی امن کا مستحق ہوگا ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہوگی اور خدا اس کا نگہبان ہے جو وفا شعاری اور احتیاط سے تعمیل عہد کرے۔

ضمناً عرض ہے کہ حضورؐ کی یہ رواداری، فراخدلی اور شفقت صرف یہود تک محدود نہ تھی۔ 9 ہجری میں جب نجران سے عیسائیوں کا 60 افراد پر مشتمل وفد تحقیق حق اور مذہبی گفتگو کے لئے مدینہ آیا تو حضورؐ نے اُنہیں مسجد نبوی میں اُتارا۔ (سیرت النبیؐ جلد دوم علامہ شبلی، صفحہ 24) بوقت عبادت اُنہیں مسجد نبوی ہی میں اپنے انداز میں عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ مسلمانوں کا قبلہ جنوب کی جانب تھا۔ عیسائیوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے عبادت کی۔

حال ہی میں لاہور میں مسیحیوں کے بہت سے گھر جلا دیئے گئے ہیں۔ جانی نقصان اس لئے نہیں ہوا کہ وہ لوگ اس یلغار سے پہلے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ چند سال قبل گوجرہ میں کئی عیسائیوں کو گھروں کے اندر ہی زندہ جلا دیا گیا۔ اس قسم کی افسوسناک خبروں کی مغرب میں بازگشت سے اسلام کے دعوئ امن پر سوالیہ نشان لگایا جاتا ہے اور بد قسمتی سے اس قسم کے مضامین و مقالات کا زیادہ اثر نہیں ہوتا۔ عیسائی تو غیر مسلم اقلیت ہیں۔ کوئٹہ اور کراچی میں سینکڑوں شیعہ موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔ پاکستان میں کس قسم کے اسلام کا دور دورہ ہے؟

صلح حدیبیہ کی شرائط اور معاہدۂ امن

صلح حُدیبیہ تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے جو 6 ہجری بمطابق 628ء میں پیش آیا۔ ایک رویا کی بنا پر حضرت نبی کریم ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ 1400 صحابہ کو اِس سفر میں حضورؐ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ جب یہ کارواں مکہ کے قریب پہنچا تو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مسلح دستوں کے ساتھ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ چونکہ مسلمان عمرہ کے لئے آئے تھے اس لئے اہل مکہ کو قائل کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت عثمانؓ کو بھی اس مقصد کے لئے مکہ بھیجا گیا جن کے بارے میں افواہ مشہور ہوگئی کہ اُنہیں کُفارِ مکّہ نے شہید کر دیا ہے۔ اس موقع پر صحابہ سے حضورؐ نے شہادت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے بیعت لی جو تاریخ میں ''بیعت رضوان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ بعد میں یہ افواہ غلط ثابت ہوئی اور حضرت عثمانؓ مکہ سے بخیریت حدیبیہ واپس تشریف لے آئے۔ اس موقع پر اہلِ مکّہ اور اہل اسلام کے درمیان 10 سال تک کے لئے صلح کا معاہدہ تحریر کیا گیا۔

اہل مکہ نے اس معاہدے کی شرائط میں مسلمانوں پر دباؤ بڑھایا۔ لمحہ بھر کے لئے درج ذیل شرائط پر غور فرمایئے:

مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، اگلے سال تین دن کے لئے مکہ آئیں اور عمرہ ادا کر کے واپس چلے جائیں، اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ جائے تو اُسے واپس لوٹا یا جائے، اگر کوئی شخص مدینہ سے مکہ واپس لوٹے تو اُسے نہیں لوٹایا جائے گا، دونوں گروہوں میں دس سال تک امن رہے گا، اگر عرب کا کوئی قبیلہ کسی ایک پارٹی کا حلیف بننا چاہے تو اس کی اجازت ہوگی،

نبی کریم ﷺ چونکہ امن کے خواہاں تھے اور پُر امن ماحول میں تبلیغ کے خوشگوار نتائج کی توقع رکھتے تھے۔ اس لئے حضورؐ نے یہ سخت شرائط قبول فرمالیں اور ان لوگوں سے صلح کر لی جن میں سے بعض نے اپنی وحشت اور درندگی کا اظہار کرنے کیلئے چیتے کی کھالیں پہن رکھی تھیں۔

(سیرت خاتم النبیین ﷺ۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایڈیشن 2004 صفحہ 750)

صلح حُدیبیہ کے معاہدہ کے تحریر کرتے وقت ایک اور واقعہ بھی پیش آیا جس میں حضورؐ کی اخلاقی برتری اور امن پسندی کا ایک نادر پہلو سامنے آیا۔ حضرت علیؓ یہ معاہدہ لکھ رہے تھے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی ابتداء میں یہ ذکر تھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش مکہ کے درمیان ہے۔ قریش مکہ کے سفیر نے اصرار کیا کہ ''محمد رسول اللہ'' کی بجائے ''محمد بن عبداللہ'' کے الفاظ لکھے جائیں۔ اس کا اصرار تھا کہ اہل مکہ چونکہ حضورؐ کی رسالت کے منکر ہیں لہٰذا یہ ترمیم ضروری ہے۔ حضرت علیؓ محمدؐ سے متصل ''رسول اللہ'' کے الفاظ نہیں مٹانا چاہتے تھے۔ حضورؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے ''رسول اللہ'' کے الفاظ مٹا دیئے اور علیؓ کو حکم دیا کہ وہاں ''بن عبداللہ'' لکھ دیں۔ قیام امن کی خاطر اللہ تعالیٰ کے عظیم اور جلیل رسول نے دنیاوی لیڈروں کی طرح اس معاملے کو اَنا کا مسئلہ نہیں بنایا۔ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں صلح حدیبیہ کو ''فتحِ مُبین'' قرار دیا ہے۔

اِنَّ فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا

اور یہ پیشگوئی ایک سال کے بعد بڑی شان سے پوری ہوئی۔

فتح خیبر، قیامِ امن اور عدل وانصاف کی ایک عظیم مثال 628ء

صلح حدیبیہ جسے قرآن کریم نے ''فتحِ مُبین'' قرار دیا ہے۔ (سورۃ الفتح آیت 2) کے ایک ماہ بعد غزوہ خیبر پیش آیا۔ سورۃ الفتح ہی میں فتح خیبر کو ''فتح قریب'' کہہ کر یاد فرمایا گیا ہے (سورۃ الفتح آیت 28)۔ خیبر یہود کا ایک بڑا مرکز تھا۔ خیبر اور اس کے مضافات میں کئی مضبوط قلعے موجود تھے جن میں یہود کے دس ہزار کے لگ بھگ جنگجو موجود تھے۔ خیبر کے یہود مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے۔ قیامِ امن کے لئے ان کی سرکوبی ایک اہم ضرورت بن گئی۔ چنانچہ حضورؐ 1500 صحابہ کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ سخت لڑائی کے بعد یہود کو شکست ہوئی۔ یہود کو خیبر سے نہیں نکالا گیا۔ اُن کی خواہش پر، حضورؐ نے انہیں وہاں کی اراضی اور باغات پر بحال و

برقرار رکھا۔معاہدے کی رُو سے قرار پایا کہ فصل اور پھلوں کے نصف حصے پر مسلمانوں کا حق ہوگا۔حضورؐ کے ایک صحابی، حضرت عبداللہ بن رواحہ، اس فصل کی تقسیم کے لئے ہر سال خیبر تشریف لے جاتے۔ وہ غلّہ اور پھلوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے کہ اس میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔ یہود جو درہم و دینار اور اس قسم کے معاملات میں ڈنڈی مارنے کے عادی تھے، مسلمانوں کے اس شفّاف عدل و انصاف پر بہت حیران ہوتے۔ مولانا شبلی نے اس صاف ستھرے لین دین سے متاثر ہو کر کہے جانے والے یہود کے درج ذیل الفاظ نقل کئے ہیں:

''زمین وآسمان ایسے عدل سے قائم ہیں''

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اوّل صفحہ 293 ایڈیشن 1991ء ناشر الفیصل لاہور)

فتح خیبر کے بعد فدک اور تیماء وغیرہ مقامات کے یہود نے مرعوب ہو کر کہا ہم بھی اہلِ خیبر کی طرح اُنہی شرائط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پیغمبرِ امن صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو شرفِ قبول بخشا۔

فتح مکہ اور تسخیر قلوب کا حیران کُن منظر

فتح مکہ تاریخ اسلام کا ایک اہم سنگِ میل ہے۔ اس کے بعد سارا عرب مسلمان ہوگیا۔ اسی حوالے سے بعض اہلِ دانش نے فتح مکہ کو ''فتحِ اعظم'' قرار دیا ہے۔ اہلِ مکہ سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی سرزد ہوئی۔ حضورؐ دس ہزار قدوسیوں کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اہلِ مکہ میں اس فوج ظفر موج کی مزاحمت کی ہمت نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ خود حجون کے راستہ مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ وہی راستہ ہے جہاں سے حضورؐ نے مدینہ کے لئے سفرِ ہجرت کا آغاز فرمایا تھا۔ جنابِ رسالت مآبؐ نے اسی مقام پر اپنی فتح کا پرچم نصب فرمایا۔ مجھے بھی حجون کی سرزمین کو محبت وعقیدت کی نظر سے دیکھنے کی توفیق ملی ہے، الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔
حضورؐ نے اہلِ مکّہ کو ان کے بیس سال پر پھیلے ہوئے مظالم کو نظر انداز کرتے ہوئے معاف فرمادیا۔ نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ آج بھی تاریخ کے ایوانوں میں گُونج رہے ہیں:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ

(تم سے آج کوئی مؤاخذہ نہیں ، جاؤ تم سب آزاد ہو)

اگر اُس وقت روایتی عدل کے مطابق محاسبہ اور انتقامی کارروائی بھی کی جاتی تو جائز ہوتا مگر حضورؐ نے عدل سے ایک قدم آگے بڑھ کر احسان کا سلوک فرمایا جس سے مکّہ بلکہ سارے عرب میں امن قائم اور مستحکم ہوگیا۔ لوگوں کے دل بدل گئے۔ اسلام کی صداقت قبول کرنے میں دیر نہ لگی۔ حتّٰی کہ راہِ فرار اختیار کرنے والے، عکرمہ بن ابوجہل کو اپنی معافی اور امن کی خبر سُن کر یقین نہ آیا۔ اُس نے واپس آ کر کلمہءشہادت پڑھا۔ اور بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں اپنی جان اسلام پر قربان کردی۔
فتح مکہ کے بعد معرکہءحُنین میں مکہ کے دو ہزار نومسلم بھی دس ہزار قدوسیوں کے شانہ بشانہ لڑے۔ اسلام کے خلاف تلوار اُٹھانے والے اُسی اسلام کے دفاع پر کمر بستہ ہوگئے۔ معرکہءحُنین سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر حضورؐ نے ان نَومسلموں کو قدیم الاسلام مسلمانوں سے بڑھ کر انعامات سے نوازا۔ فتح مکہ کے بعد، سورۃ النصر کی پیشگوئی کے مطابق اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے۔ میں اس ذیلی عنوان کو ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کے الفاظ پر ختم کرنا چاہتا ہوں:

''9 ہجری میں قبائل عرب کے نمائندہ وفود اس کثرت سے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے کہ اس سال کا نام ہی ''عام الوفود'' مشہور ہوگیا۔ بنوتمیم، ملوک حمیر، اہلِ نجران، سلامان، ازد، ہمدان، ملوک کندہ، عبدقیس، بنوحنیفہ، کندہ، وائل بن حجر، مذحج، محارب، حضرِ موت، عبس، خولان اور طے کے وفود آئے۔ گویا کہ سارا عرب اُمڈ کر پروانہ وار شمعِ رسالت کے گرد جمع ہوگیا۔''

(اٹلس سیرت نبوی شوقی ابو خلیل، پبلشر دارالاسلام لاہور، ایڈیشن 1425ھجری)

حرفِ آخر

قیام امن کی منزل کو کئی راستے جاتے ہیں مثلاً ایک راستہ عدل و انصاف فراہم کرنے کا ہے۔ دوسرا راستہ احسان اور ایصالِ خیر کا ہے۔ تیسرا راستہ زیادتیوں اور ناسپاسیوں کو معاف کرنے کا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے شاہراہِ امن پر یہ تمام سنگِ میل نصب فرمائے۔ بلکہ قیامِ امن کے لئے انکسار اور ایثار کی نادر مثالیں پیش کیں۔ اس مضمون میں بعض ایسی مثالوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مثالیں ایک حق آشنا قاری کے اطمینانِ قلب کے لئے کافی ثابت ہوسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی صفات، حسنات اور احسانات کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر خطابات کے علاوہ رؤف رحیم بھی کہا ہے اور رحمت للعالمین کی سندِ امتیاز بھی عطا فرمائی ہے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام علیک الصلوٰۃ علیک السلام

☆......☆......☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف فارسی منظوم کلام پر تضمین

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

لائی ہے بادِصبا اُس پار سے خبرِ عظیم
وہ خدائے لَم یزل جو عرشِ کن پر ہے مقیم
ہے اسی کو علم سارا، ہے وہی تنہا علیم
''شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم''

تُو نے یارب! دی مجھے اس کی غلامی کی سند
وہ غلامی جس کی لذّت کی نہایت ہے نہ حد
مان لے یہ التجا بھی، الغیاث و المدد!
''در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا، ایں دُعا، ایں در دلم عزمِ صمیم''

ہمسرِ اُو در زمین و آسماں مادر نہ زاد
دیکھ کر اس کو پکار اُٹھے فرشتے زندہ باد
خوش جمال وخوش خیال وخوش خصال وخوش نہاد
''زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد
پیکرِ اوؐ شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم''

عشق کی منزل کٹھن ہے، راستہ ہے صَعب ناک
مجھ کو ڈر ہے تم نہ ہوجاؤ کہیں رہ میں ہلاک
آؤ کرلو مجھ سے مل کر اس سفر میں اشتراک
''از عنایاتِ خدا وز فضلِ آں دادارِ پاک
دشمنِ فرعونیا نم بہرِ عشقِ آں کلیم''

اس کی آہِ نیم شب سے رات کا سینہ ہے چاک
اس کا چہرہ چاند اور سورج سے بڑھ کر تابناک
سرمہء چشمِ بصیرت اس کے نقشِ پا کی خاک
''بوئے محبوبِ حقیقی می دمد زاں روئے پاک
ذاتِ حقانی صفاتش، مظہرِ ذاتِ قدیم''

''گرچہ ہوں مَیں بس ضعیف و ناتوان و دل فگار
ہیں درندے ہر طرف، مَیں عافیت کا ہوں حصار
مَیں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار''
''منّت ایزد را کہ مَن بر رغمِ اہلِ روزگار
صد بلارامی خَرم از ذوقِ آں عَین النعیم''

کیا بتاؤں تم کو اس کا مرتبہ، اس کا کمال
ایک ہی دل میں لگن ہے، ایک ہی دل میں خیال
گالیاں بھی دو اگر مجھ کو، نہیں اس کا ملال
''گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمدؐ نمی بینم دگر عرشِ عظیم''

مَیں غلامِ احمدِؐ مرسل ہوں اے کرّوبیاں!
دے رہا ہوں اپنے خالق کی بڑائی کی اذاں
قریہ قریہ، ربوہ ربوہ، قادیاں در قادیاں
''آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں
گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہِ سلیم''

جلسہ سالانہ

انجینیئر مبشر خورشید

بہت نزدیک آپہنچا ہے اپنا، جلسہ سالانہ
حقیقت میں بدلنے کو ہے سپنا، جلسہ سالانہ

مسیح موعودؑ نے جلسہ کی خاطر ہے یہ فرمایا
کہ ہے تائید پر بنیاد اس کی ربّ نے بتلایا

اطاعت اور اخوت کا نمونہ پیش کرتا ہے
یہ نظم و ضبط کا ہر احمدی کو درس دیتا ہے

ہے اس سے مدّعا اور اصل مطلب زہد اور تقویٰ
خداترسی، تواضع، انکساری، دین کا غلبہ

بہت سے فائدے دینی اُٹھانے کا یہ موقعہ ہے
بڑھے گا علم اس سے معرفت میں بھی اضافہ ہے

ہر اک مخلص بنائے لازمی جلسہ میں شرکت کو
کرے گا سرد یہ جلسہ زمانے کی محبت کو

سنو گے گر توجہ سے تو پیدا ہوگی بیداری
بدن اور روح کی ہر ختم ہو جائے گی کمزوری

خصوصی طور پر جانے کا اس میں آپ سب سوچیں
اسے معمولی جلسوں کی طرح ہرگز نہیں سمجھیں

اگرہو بیعت میں شامل تو پھر کھینچے چلے آؤ
دعاؤں کے امامِ وقت کے حقدار بن جاؤ

عطا ہو مخلصی ہر فکروغم سے اے میرے مولا
بھڑک اُٹھے تری اُلفت کا اپنے قلب میں شعلہ

عطا روشن نشانوں سے تُو کر غلبہ مخالف پر
ہو ظاہر تیری خوشنودی کا پھر جلوہ مخالف پر

خدا کی راہ میں پرواہ نہ ہوگر ادنیٰ حرجوں کی
ملیں گی برکتیں تم کو یقیناً اعلیٰ درجوں کی

ہو پھر جلسہ ہمارا کامیاب و کامراں یاربّ
جو آئے اس میں حاصل ہو اُسے تیری اماں یا ربّ

دلوں میں لائے یُوں خورشیدؔ جلسہ پاک تبدیلی
ہماری سجدہ گاہیں آنسوؤں کے ساتھ ہوں گیلی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مذہبی رواداری

محمد محمود طاہر صاحب نظارت اشاعت ربوہ پاکستان

اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں اپنی صفت رَبّ العَالمین بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھیجا تو ان کے لئے رحمۃً للعالمین کے الفاظ استعمال فرمائے کہ یہ رسول تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ آفاقی اور عالمگیر پیغام بھی کل انسانیت کے لئے دیا گیا۔

عالمگیر رسول اور آفاقی پیغام

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّا سُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً

(الاعراف:159)

تو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس عالمگیر اور آفاقی پیغام میں ہی دراصل مذہبی رواداری کی بنیاد رکھ دی گئی تھی کیونکہ جب آنحضرت ﷺ کل دنیا کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے اور کل عالم کے لئے رحمت بنا کر آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو آپ ﷺ کی رحمت سے تمام مذاہب نے، تمام اقوام نے اور ہر زمانہ نے فیض پانا تھا۔ اس کے برعکس آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء اور ان کو دی جانے والی تعلیمات زمانے اور اقوام کے ساتھ مخصوص تھیں گویا ان کا دائرہ عمل اپنے زمانے اور اپنی قوم تک محدود تھا۔ مذاہب کے تقابلی جائزہ کے لئے ایک دو مثالیں اس تناظر میں پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

توراۃ میں اللہ تعالیٰ کی نوازشات اور عنایات کا خصوصی نزول صرف بنی اسرائیل پر ہونے کا بار بار بیان کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

☆ بنی اسرائیل سے کہہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ (احبار باب:18)

☆ کوئی عمونی یا موآبی خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک ان کی نسل میں کوئی خداوند کی جماعت میں کبھی آنے نہ پائے'' (استثناء باب: 23)

☆ تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مت دینا...... تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا۔'' (استثناء باب: 23)

یہ تو تورات کی تعلیم کی جھلک تھی۔ نئے عہد نامے یعنی انجیل میں بھی شرف انسانیت کے لئے صرف بنی اسرائیل کو ہی مخصوص کیا گیا۔ چنانچہ جب ایک کنعانی عورت نے یسوع مسیح کو کہا کہ میری بیٹی کی بدروح کو نکال دیں تو یسوع نے کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ مگر جب اس (عورت) نے آ کر سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب میں کہا لڑکوں (یعنی بنی اسرائیل) کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔

(متی باب :15)

اس مذہبی تعلیم کے تناظر میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اسلام کا عالمگیر پیغام لے کر تمام دنیا کی بھلائی کے لئے تشریف لاتے ہیں اور تمام مذاہب کی حیثیت نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کے بڑوں کے احترام، ان کے عقائد وعبادات کی آزادی کی ضمانت دے کر مبعوث ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ہر قسم کے حسن واحسان کا سلوک کرنے کی تلقین فرماتے ہیں

مذہبی آزادی

نیز اسلام کے پرامن اور آفاقی پیغام کے ساتھ یہ بنیادی تعلیم بھی دیتے ہیں کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے یہ انسان اور خدا کا معاملہ ہے چنانچہ آپؐ کے ذریعہ کسی شخص کو جبری مسلمان نہیں بنایا گیا۔ اور یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ دوران جنگ جب ایک صحابی نے اپنے مخالف پر

قابو پالیا اور اس نے اس موقع پر کلمہ پڑھا تو صحابیؓ نے سمجھا کہ شاید خوف اور ڈر سے کلمہ پڑھتا ہے تو اس کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کا علم جب آنحضور ﷺ کو ہوا تو آپؐ نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ اس درجہ اظہار رائے اور اظہار مذہب کی آزادی کی کہ شدید خوف کے عالم میں بھی اگر کوئی اپنے مذہب کا اظہار کرتا ہے تو اس اظہار اور اقرار کو بھی تسلیم کرنا ضروری قرار دیا۔

لَا اِكْـرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی ایک عملی تشریح آنحضور ﷺ کے پاک اُسوہ سے ہمیں اس طرح بھی ملتی ہے کہ جب یہودی قبیلہ بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے نتیجہ میں مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو ان میں وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ دراصل زمانہ جاہلیت میں جب کسی اَوْسِی یا خزرجی مشرک کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوتی تو وہ مَنت مانتا تھا کہ اگر میرے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے یہودی بنا دوں گا۔ اسی طرح اوس اور خزرج قبیلہ کے کئی بچے یہودی بن گئے تھے۔ چنانچہ جلاوطنی کے وقت انصارِ مدینہ نے اپنے بچوں کو جو یہودی بن کر بنی نضیر کا حصہ ہو گئے تھے ان کو روک لینا چاہا تب رحمةً لِلْعَالَمِين، ہادیٔ عالَم، مذہبی آزادی کے علمبردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم لَا اِكْـرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے تابع کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہئے، انصار مدینہ کو ان بچوں کو روک لینے سے منع کر دیا کہ ایسا نہ کریں کیونکہ وہ اب یہودی ہو چکے تھے۔

یہ شاندار مثال ہے آنحضرت ﷺ کی مذہبی رواداری کی کہ ایک ایسی قوم یعنی یہود جو عہد پر عہد توڑ رہی تھی اور اب جب کہ ان کی بدعہدیوں کی وجہ سے انہیں مدینہ سے جلاوطن کیا جا رہا ہے اور انصار کے ان بچوں کو جو یہودی ہو گئے تھے انکو روک لینے سے آپؐ نے منع فرما دیا۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے میرے آقا و مولیٰ حضرت مصطفیٰ ﷺ کی۔ یہ تھی وہ آفاقی تعلیم جس سے متاثر ہو کر لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور یہ تھا آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا وہ جادو جس کی وجہ سے آپ کے جانی دشمن بھی آپ کے دامن محبت کے اسیر ہو گئے تھے۔

مذہبی راہنماؤں کا احترام

مذہبی راہنماؤں کی تعظیم اور مذاہب کی مقدس ہستیوں کے احترام کے بغیر مذہبی رواداری کی تعلیم مکمل نہ ہوگی۔ اس بنیادی اصول کی تعلیم ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ لوگوں کو دی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَلَا تَسُبُّوْا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

(الانعام:109)

اور تم ان لوگوں کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

اس آیت کریمہ میں عظیم الشان عدل اور مذہبی رواداری کی تعلیم دی گئی ہے کہ مخالفین کے جھوٹے معبودوں کو بھی برا بھلا نہیں کہنا کیونکہ جواباً وہ سچے خدا کو بھی گالیاں دیں گے۔

انبیاء کرام کے احترام کی تعلیم قرآن کریم نے ان الفاظ میں دی ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ:286) کہ ہم رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے، سب رسولوں کا یکساں احترام کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ خوبصورت تعلیم دین اسلام کی جس نے مذہبی رواداری کی بنیاد ڈالی ہے اور اس کے ذریعہ فساد فی الارض کو روکا گیا ہے۔ اس خوبصورت تعلیم پر عملدرآمد کر کے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے شاندار نمونے قائم کئے اور مذہبی آزادی و مذہبی رواداری کی روشن مثال قائم فرمائی ہے۔

مذہبی جذبات کی پاسداری

بخاری کتاب التفسیر میں ایک روایت آتی ہے جو حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان نے ایک یہودی کو تھپڑ دے مارا تو وہ آنحضور ﷺ کے پاس شکایت لے کر آیا۔ آپؐ نے اس مسلمان سے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ تو اس نے کہا کہ میں یہود کی مجلس سے گزرا تو میں نے ان سے یہ سنا کہ خدا کی قسم موسیٰ علیہ السلام کو تمام آدمیوں میں سے چن لیا گیا ہے یعنی وہ سب سے افضل ہیں اور محمد ﷺ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے طمانچہ دے مارا۔ اس پر ہمارے آقا و مولیٰ، خیر الانام ﷺ نے کمال مذہبی رواداری کی تعلیم ان الفاظ میں دی۔ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ مِنْ بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ کہ مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف)

دوسری روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ

دیا کرو بلکہ یونس بن متی پر بھی مجھے فضیلت نہ دیا کرو۔

قیام عدل اور احسان کی تعلیم

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر تمام دنیا کے لئے بھیجا تھا لیکن آپ نے دوسروں کے مذہبی جذبات کا اس قدر پاس کیا اور مذہبی رواداری کی ایسی حسین مثال پیش کی کہ فرمایا مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو۔ یہ ہے وہ اُسوۂ محمدی ﷺ جو یقیناً امن عالم کا ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے ساتھ بلاتمیز رنگ ونسل وعقیدہ عدل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ عدل کے بغیر مذہبی رواداری پر عمل ہی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ فرمایا: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ : 9) اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف عدل ہی کی تعلیم نہیں دی بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں پر احسان کرنے کی بھی تعلیم بیان فرمائی۔ مسلمان ہوجانے والوں کے غیر مسلم عزیزوں خواہ وہ مشرک تھے یا یہودی یا نصرانی سب کے ساتھ آپ نے حسن سلوک اور احسان کی تلقین فرمائی اور مذہبی رواداری کا شاندار نمونہ پیش فرمایا۔ حضرت ابو ہریرۃؓ کو ان کی غیر مسلم والدہ کے لئے حسن سلوک کی تلقین کرتے رہے چنانچہ وہ دعا ابو ہریرۃؓ کی والدہ کے لئے ہدایت کا موجب بن گئی۔ اسی طرح حضرت اسماءؓ کی مشرک والدہ انہیں ملنے مدینہ آئیں تو اسماءؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کیا مجھے خدمت اور حسن سلوک کرنا ہے۔ فرمایا ہاں کیوں نہیں وہ تمہاری ماں ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اس کی خدمت کرو۔

مسجد نبویؐ اور مذہبی رواداری

یہ افسوس کی بات ہے کہ آج مذہبی آزادی کے علمبردار اور محسن انسانیتؐ کی طرف منسوب ہونے والی قوم اپنی خوبصورت تعلیم سے پیچھے ہٹ کر مختلف فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ یہاں تک اللہ کے گھر بھی اکثر و بیشتر ان فرقوں سے ہی مخصوص ہوگئے ہیں۔ لیکن ہمارے ہادیؐ نے تو مسجد نبوی کی بنیاد ڈال کر اس کے دروازے اپنوں اور غیروں سب کے لئے وا کر رکھے تھے۔ چنانچہ نجران کے عیسائیوں کا وفد آتا ہے تو ان کے قیام کے لئے مسجد نبوی میں خیمے لگائے جاتے ہیں تا وہ مسلمانوں کی عبادت کو دیکھ کر نمونہ پکڑیں اور یہ تبلیغ کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ بات یہاں تک ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ جب دوران مباحثہ نجران کے عیسائیوں کی عبادت کا وقت آتا ہے تو آنحضور ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں مشرق کی طرف اپنے عقیدہ اور طریق کے مطابق عبادت کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

یہ سلوک تو اہل کتاب کے ساتھ ہے لیکن جب طائف سے بنی ثقیف کا وفد مدینہ آیا تو وہ مشرک تھے آپ نے ان کو بھی مسجد نبوی میں خیمہ زن کیا۔ اس پر صحابہ نے اعتراض کیا کہ مشرک تو پلید ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ دل کی ناپا کی کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کررہا ہے جسمانی ناپاکی یا پلیدی کی طرف نہیں۔ آنحضرتؐ نے عیسائیوں اور مشرکوں کو مسجد نبوی میں ٹھہرا کر عظیم الشان مذہبی رواداری کی مثال قائم فرمائی۔

یہود سے حسن سلوک

آنحضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہاں انصار کے علاوہ یہود آباد تھے۔ آپ کا یہود کے ساتھ ایک معاہدہ طے پایا جو کہ تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ اس تاریخی معاہدہ میں مذہبی آزادی کا حق تسلیم کیا گیا یعنی کہ ہر ایک کو اپنے عقیدہ اور طریق کے مطابق مذہبی آزادی ہوگی۔ آنحضورؐ یہود کے ساتھ کمال حسن و احسان اور رواداری کا سلوک فرماتے رہے۔ جہاں آپ ﷺ نے لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلَى مُوْسٰى کہ تم مجھ کو موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو ارشاد فرما کر ان کے مذہبی جذبات کی پاسداری کی وہاں معاشرتی و معاشی تعلقات بھی ان کے ساتھ قائم رکھے۔

☆ چنانچہ آپؐ نے ایک یہودی لڑکے کو اپنا ملازم رکھا اور جب وہ بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

☆ ایک یہودی کی دعوت بھی قبول فرمائی جس نے کھانے میں آپ کو جَو اور چربی پیش کی۔

☆ یہود کے ساتھ آپؐ کا لین دین بھی جاری رہا یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں غلّہ کے عوض میں رہن کے طور پر

رکھی ہوئی تھی۔

ایک موقع پر جبکہ ایک یہودی کے جنازہ کا گزر ہوا تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہوگئے۔عرض کیا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہودی میں جان نہیں ہوتی۔ یہ ہے شرف انسانیت جو آپ نے بلاتمیز مذہب و ملت قائم کیا اور یہ باور کروایا کہ اختلاف عقیدہ کی بنا پر اس کے شرف واحترام میں کمی نہیں آنی چاہئے۔

نصاریٰ سے مذہبی رواداری

عیسائی قوم کے ساتھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال رواداری کا مظاہرہ فرمایا۔ نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تو مسجدِ نبوی میں نہ صرف ٹھہرایا بلکہ مسجد نبوی میں ان کو ان کے طریق کے مطابق عبادت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ پھر نجران کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ طے پا گیا تو اس میں مذہبی آزادی دی گئی تھی کہ وہ اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کریں گے اس کے بدلہ میں مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔

(ابو داؤد کتاب الخراج باب 30)

اسی طرح عیسائی قبیلہ بنی تغلب کے ساتھ بھی معاہدہ طے پایا اور اس میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی۔

(ابو داؤد کتاب الخراج باب 43)

جنگوں کے اصول بیان کرتے ہوئے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی رواداری کا نمونہ قائم فرمایا اور دوران جنگ عیسائی گرجاؤں پر حملے یا گرانے کی ممانعت فرمائی۔

مشرکین سے حسن سلوک

مشرکین کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے کمال درجہ کی رواداری کا سلوک فرمایا۔جنگوں کے دوران مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔مکہ میں قحط پڑتا ہے اور ہلاکتوں تک نوبت آجاتی ہے۔مکہ سے سردار قریش ابوسفیان آپؐ کے پاس مدینہ حاضر ہوتا ہے اور دعا کا خواستگار ہوا کہ اپنی قوم کی حالت پر رحم کھائیں اور ان کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ آپؐ کا دل پسیج جاتا ہے اور اپنے دشمنوں اور مشرک قوم کے لئے قحط سالی کے ختم ہونے کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپؐ کی دعا کے نتیجہ میں قحط سالی کا خاتمہ ہوتا ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے اپنے جانی دشمنوں اور صحابہ کے قاتلوں کو **لاتثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء** کہہ کر سب کو معاف کر کے آزاد کر دیا اور دشمن اسلام عکرمہ کو اس کی بیوی کے کہنے پر حالت شرک پر رہتے ہوئے بھی معاف کر دیا۔ یہ مذہبی رواداری کی کس قدر عظیم مثال ہے۔

دراصل یہی وہ محمدیؐ جادو تھا جس نے عرب وحشیوں کو انسان اور پھر بااخلاق اور پھر باخدا انسان بنا دیا نتیجۃً وہ اخلاق محمدیؐ کے سحر میں مبتلا ہو کر آپؐ کے دامن محبت میں گرفتار ہوگئے اور آپؐ کے جانی دشمن آپ ﷺ کے جان نثار بن گئے۔

ہماری ذمہ داریاں

امن کے شہزادے، مذہبی آزادی کے علمبردار اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین تعلیم اور خوبصورت نمونہ کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ کیں۔ آپؐ کی پاک سیرت پر شیطان صفت لوگ ناپاک حملے کرنے کی جسارت کرتے رہتے ہیں تا دنیا آپؐ کی محبت کے جادو سے متاثر ہوکر آپ کی گرویدہ نہ ہوجائے۔ یہ ناپاک حملے شروع سے ہوتے آئے اور اب بھی فضا کو اس قسم کے ہتھکنڈوں نے مکدر کر رکھا ہے۔ایسے حالات میں ہم احمدیوں کے کیا فرائض ہیں ؟ ہم نے کیا ردّعمل دکھانا ہے؟ ایک فرض تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور غلام کامل امام الزماں مہدی دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے لئے مقرر کر گئے ہیں جس کو ہمیشہ ہم نے پیش نظر رکھنا ہے آپ اپنے فارسی منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنا، ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

ترجمہ: کہ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں یہ سر اور میری جان چلی جائے۔ یہی تمنا ہے، یہی دعا ہے اور یہی میرے دل میں پختہ عزم ہے۔

یہ ماٹو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دے گئے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ہمیں عشق ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ آپؐ کی ذات پر

ہونے والے ہر حملہ کا ہم دفاع کریں۔ ایسے حالات موجودہ دور میں وقتاً فوقتاً پیدا کئے گئے اور شانِ مصطفیٰ ﷺ میں گستاخانہ ہرزہ سرائی کی جا رہی ہے۔ آج سے تقریباً دو دہائی قبل شاتم رسول سلمان رشدی کی مذموم کتاب کی وجہ سے بھی اس قسم کے حالات پیدا ہوئے تھے اس موقع پر ہمیں ہمارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

''ہمیشہ کے لئے جماعت احمدیہ ایسی کوششوں میں وقف ہو جائے جس کے نتیجے میں دشمن کے ہر ناپاک حملے کو ناکام بنایا جائے......اس لئے احمدیت کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سینے تان کے کھڑی ہو جائے۔ جس طرح حضرت طلحہؓ نے کیا تھا کہ جو تیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر برسائے جا رہے تھے، اپنے ہاتھ پر لئے اور ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ بے کار ہو گیا۔ اسی طرح اپنا سینہ سامنے تان کر کھڑا ہو جائے۔ تمام تیر جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلائے جا رہے ہیں اپنے سینوں پر لیں۔ یہ اسلام ہے۔ یہ اسلام کی محبت ہے۔ اس طرح اسلام کا دفاع ہونا چاہئے...... ہر میدان جنگ میں جہاں اسلام کا دفاع ضروری ہے، ہر اس سرحد پر جہاں اسلام پر حملے ہو رہے ہیں ہمیشہ احمدی صف اوّل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے دفاع میں سینہ تانے کھڑے رہیں اور کسی شیطان کو یہ طاقت نہ ہو کہ کسی نام پر بھی وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پاک مذہب پر حملے کر سکے''۔

(خطبہ جمعہ 24/فروری 1989ء۔ خطبات طاہر جلد ہشتم صفحہ: 130-132)

ایک فریضہ تو یہ ہے کہ ہم ایسی کوششیں کریں جن کے نتیجہ میں دشمن کے ہر ناپاک حملے کو ناکام بنایا جائے اور ایک فریضہ وہ ہے جس کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں پس اے مومنو تم بھی نبی پر درود و سلام بھیجو۔ ایسے حالات میں جب آنحضور ﷺ پر ناپاک حملوں کی جسارت ہو رہی ہے۔ اس حکم کی بجا آوری ہمارے لئے دو چند ہو جاتی ہے۔ اس طرف ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز متعدد بار ہمیں توجہ دلا چکے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

''پس جہاں ایسے وقت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی مچا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ؐ پر درود بھیجتے ہوں گے، بھیج رہے ہوں گے، بھیج رہے ہیں۔ ہمارا بھی کام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے اس عاشق صادق اور امام الزمان کے سلسلے اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہوا ہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے۔ اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔ یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہونا چاہئے اور آپ ﷺ کی آل سے ہونا چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ 24/ فروری 2006ء۔ خطبات مسرور جلد 4 صفحہ: 115)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

نئے سال کی دُعا

شمسہ رضوانہ ناز

اس نئے سال میں ہو احمدیت کی فتح
گڑ گڑا کر مانگتی ہوں یہ دُعا
احمدیت کا شجر بڑھتا رہے پھلتا رہے
تیرے فضلوں کی ہو بارش ہر گھڑی اس کو عطاء
تھام کر اس کا علم نکلے جو کوئی قافلہ
کارواں چلتا رہے بڑھتا رہے یہ سلسلہ
کتنے گھر اُجڑے، ہوئے کتنے ہی تجھ پر فدا
اب تو ان قربانیوں کا دے صلہ
سب دعائیں ناز کی کر لے قبول
میرے مولیٰ اے میرے مشکل کُشا

اب آ بھی جا

ارشاد عرشی ملک

arshimalik50@hotmail.com

(صوفیانہ مزاج کی ایک غزل)

زندگی اپنی ہے حرفِ رائیگاں اب آ بھی جا
ایک اک لمحہ ہے مجھ پر نوحہ خواں اب آ بھی جا

جان سے جائے نہ جانِ ناتواں اب آ بھی جا
انتہا پر ہے مرا سوزِ نہاں اب آ بھی جا

چھوٹنے کو ہے مرے ہاتھوں سے اب حدِ ادب
چیخ کر رونے کو ہے اک بے زباں اب آ بھی جا

مجھ سے خستہ حال سے پیارے تغافل کس لئے
بے رخی کب ہے ترے شایانِ شاں اب آ بھی جا

ناں بلاتا ہے مجھے ناں آپ آتا ہے کبھی
کس لئے مجھ سے ہے اتنا بدگماں اب آ بھی جا

ہم انا کو روند کر بیٹھے ہیں مثلِ پائیداں
ناز سے تو پیر رکھ اور جانِ جاں اب آ بھی جا

مجھ سے عاشق روز روز آتے نہیں ہیں دہر میں
کچھ تو میری قدر کر اے قدرداں اب آ بھی جا

آج شب تو قرب کی مَے ان کو جی بھر کر پلا
لوٹ نہ جائے ہجومِ تشنگاں اب آ بھی جا

عشق کی مستی میں دل چاکِ گریباں پر مُصر
آج برسوں بعد جذبے ہیں جواں اب آ بھی جا

جان اب آنکھوں میں اٹکی ہے ترے بیمار کی
اور مت لے صبر کا یہ امتحاں اب آ بھی جا

آج یہ لاچار دل ہے ٹھوکروں میں پاؤں کی
ٹوٹ جانے کو ہے اک جنسِ گراں اب آ بھی جا

پر شکستہ ہوں اُڑاری کا بھی مجھ میں دم نہیں
اور تا حدِ نظر ہے آسماں اب آ بھی جا

اب کسی بھی غیر کی آہٹ نہیں خوشبو نہیں
کب سے خالی ہے مرے دل کا مکاں اب آ بھی جا

سر کے بل آئے گی عرشی تیری اک آواز پر
شوق سے کر آج اس کا امتحاں اب آ بھی جا

صرف مسلم کا (حضرت) محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں

امام سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ

کنور مہندر سنگھ بیدی صاحب جو برصغیر کے معروف شاعر ہیں۔ اور جن کا نسب سولہویں پشت میں حضرت بابا گرو نانکؒ سے جا ملتا ہے۔ کی ایک بہت عمدہ اور حقیقت حال سے پر نظم پڑھنے کو ملی، اسی نظم کے ایک شعر کا مصرع آج کے کالم کا عنوان ہے۔ نظم بہت عمدہ اور موجودہ صورت حال سے بہت مطابقت رکھتی ہے اس لئے اس کے چند اشعار پہلے لکھتا ہوں۔ پھر باقی معروضات پیش کرونگا۔ آپ لکھتے ہیں کہ

ہم کسی دین سے ہوں قائل کردار تو ہیں
ہم ثنا خوانِ شہِ حیدر کرارّ تو ہیں
نام لیوا ہیں محمدؐ کے پرستار تو ہیں
یعنی مجبور پئے احمد مختار تو ہیں
عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں
میری نظروں میں تو اسلام محبت کا ہے نام
امن کا آشتی کا مہر و مروت کا ہے نام
وسعتِ قلب کا اخلاص و اخوت کا ہے نام
تختہء دار پہ بھی حق و صداقت کا ہے نام
مرا اِسلام نِکو نام ہے بدنام نہیں
بات اتنی ہے اب عام یہ اسلام نہیں

کیا خوبصورت الفاظ ہیں۔ گویا کنور مہندر صاحب نے اسلام کی تعریف کر دی ہے اور ساتھ ہی بڑی حسرت سے آخری شعر میں یہ بھی کہہ گئے کہ اسلام جو امن آشتی، مروت، محبت، وسعت قلبی، اخلاص اور اخوت کا نام ہے اب مسلمانوں سے یہ ساری چیزیں یہ ساری خصلتیں اور یہ ساری خصوصیات مفقود ہو چکی ہیں۔ حالانکہ اسلام کی یہی تو باتیں ہیں جن کی وجہ سے اسلام پہلی صدیوں میں عام تھا۔ اسلام کی اور مسلمانوں کی یہی پہچان تھی۔ مگر ہائے افسوس آج یہ اسلام عام نہیں ہے۔ یعنی مسلمانوں میں یہ خصوصیات دیکھنے کو بھی نہیں ملتیں۔

میرے خیال میں شاید شاعر کے سامنے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ہو کہ ایک وقت میری امت پر ایسا آنے والا ہے کہ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ قرآن صرف الفاظ کی صورت میں رہ جائے گا، علماء کا کردار بھی درست نہ ہوگا۔ فتنوں کے وہی بانی ہوں گے۔ زبان حال سے آج ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں۔ مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے، جس میں معصوم بچوں اور عورتوں پر بھی رحم نہیں کیا جا رہا۔ خصوصاً شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والوں پر بربریت سے ظلم ڈھائے جا رہے ہیں۔

1974ء میں جب احمدیوں کو قانون کی اغراض کی خاطر ''ناٹ مسلم'' قرار دیا گیا تھا اس وقت احمدیوں نے اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ یہ صرف احمدیوں پر بات جا کر نہیں رکے گی بلکہ اس کی زد میں پھر اور بھی امت مسلمہ کے فرقے آئیں گے! مگر کسی نے بھی احمدیوں کی بات پر کان نہیں دھرا۔

اور آج یہ دن دیکھنے کو نصیب ہوا کہ احمدیوں کے ساتھ ساتھ شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والوں پر بھی ظلم کی انتہاء کی جا رہی ہے۔ شیعہ حضرات کو اس وقت یعنی 1974ء میں چاہئے تھا کہ اس قانون کی حمایت نہ کرتے۔

حال ہی میں جماعت احمدیہ کے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد نے اپنے ایک حالیہ خطبہ میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی کئی آیات اس مضمون سے متعلق تلاوت فرمائیں۔ مثلاً سورۃ الرعد کی آیت 22 میں اللہ تعالیٰ کا یوں ارشاد ہے

''اور جو لوگ ان تعلقات کو ہمیشہ قائم رکھتے ہیں جن کے قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے انجام والے حساب سے خوف رکھتے ہیں'' (13:22)

آپ نے سورۃ النور کی آیت 23 کی بھی تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

''اور چاہیئے کہ وہ عفو سے کام لیں اور درگزر کیا کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے'' (24:23)

آپ نے قرآن مجید کی سورۃ الفتح کی آیت 30 کا بھی حوالہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ آپس میں بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

آپ نے اپنے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کے بارے میں بھی بیان فرمایا۔

کہ یہ لوگ یوں تو قرآن مجید بھی پڑھتے ہیں۔ اس کا ترجمہ بھی پڑھتے ہیں، اور بظاہر خدا کے خوف کا بھی اظہار کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا نہیں کرتے۔ جن تعلقات کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسے جوڑنے کی فکر نہیں کرتے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان خود قرآن کریم کے احکامات کی پامالی کرتے ہیں مثلاً یہی کہ آپس میں ایک دوسرے پر بہت رحم کرنے والے ہوتے ہیں '' رحمآء بینھم '' مگر مذہب اسلام کے نام پر اس حکم کی پامالی کی جارہی ہے۔

اس ضمن میں آپ نے پاکستان کی موجودہ صورت حال کے بارے میں بیان کیا کہ روزانہ وہاں درجنوں مسلمانوں کو بے رحمی سے قتل کیا جارہا ہے۔

میں تو یہ بات بھی آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ صرف یہی نہیں کہ انہیں قتل کیا جارہا ہے بلکہ عبادت گاہوں میں جا کر ان پر بم پھینک کر انہیں ہمیشہ کی نیند سلا دیا جارہا ہے اور عبادت گاہیں جو امن کا سمبل ہیں وہاں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے، نہ تو عیسائیوں کے چرچ اس سے محفوظ ہیں اور نہ ہی کسی اور فرقہ کے مسلمانوں کی عبادت گاہیں، مساجد وغیرہ اور نہ ہندو امن میں ہیں۔ نہ مسلمان، نہ عیسائی، نہ شیعہ، نہ احمدی اور نہ کوئی اور، میں تو یہی فریاد کرتا ہوں کہ یا اللہ یہ کون سا اسلام ہے جو پاکستان میں ہے؟

پھر افغانستان میں بھی صورت حال کچھ مختلف نہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جنگ جاری ہے ایک دوسرے کو مارا جارہا ہے۔ مسلمان مسلمان کو قتل کر رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اب تک 50 ہزار سے زائد لوگ مارے جا چکے ہیں یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔

امام جماعت احمدیہ نے شام کے مسلمانوں کی حالت زار کا بھی ذکر فرمایا۔ کہ ایک محتاط رپورٹ کے مطابق وہاں پر ستر (70) ہزار سے زائد معصوم شہری مرد، عورتیں اور بچے اپنی جان کھو بیٹھے ہیں۔

مصر میں بھی اسلام کے نام پر کیا کچھ نہیں ہوا۔ وہاں انقلاب کے بہانے ہزاروں لوگ مارے گئے ہیں۔ پھر لیبیا کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا وہاں بھی ہزاروں لوگ مارے جاچکے ہیں، ہنوز سلسلہ جاری ہے۔

عراق میں 2003ء سے اب تک ایک بہت ہی محتاط اندازے کے مطابق 6 لاکھ سے زائد لوگ لقمہ اجل بنے اور جنگ بندی کے باوجود قتل وغارت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

ادھر گزشتہ دنوں یہ خبر بھی پھیلی تھی کہ سعودی عرب یورپ کے ایک ملک سے اسلحہ خرید کر باغیوں کو مہیا کر رہا ہے۔

ہر طرف بدامنی ہی بدامنی ہے، اور مسلمان ممالک میں سب سے زیادہ ہے، مسلمان کہلانے والے اس بدامنی کا زیادہ شکار ہیں حالانکہ اسلام تو امن، محبت، بھائی چارے کا پیغام دیتا ہے۔ بظاہر یہی نظر آرہا ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو مشرقی ممالک سے شروع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ پھر آپ نے بنگلہ دیش کی حالت کے بارے میں بھی بیان کیا کہ وہاں پر بھی اگر حکومت کسی کے خلاف ایکشن لیتی ہے تو لیڈر اور عوام حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور حکومت کے لئے بدامنی پیدا کرتے ہیں۔ علی ھذا القیاس!

مسلمانوں کی یہ حالت کوئی اطمینان بخش حالت تو نہیں۔ ایسے ہی حالات میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ میرا مہدی آئے گا۔ اگر اسے گھٹنوں کے بل جا کر بھی ملنا پڑے تو ضرور اس کو قبول کرنا اور اسکی جماعت میں شامل ہونا۔ لیکن دوسری طرف پاکستان کا قانون کہتا ہے کہ کوئی بھی ایسا دعویٰ کرے گا تو اسے جیل بھیج دیا جائے گا، پس ایک طرف اسکی ضرورت ہے اور دوسری طرف اسکی عدم ضرورت پر زور دیا جارہا ہے، عجیب فلاسفی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو جو حالت اس وقت مسلمانوں کی ہے، یعنی جو کارنامے یہ کر رہے ہیں یہ صریحاً کھلم کھلا آنحضرت ﷺ کی تعلیمات سے بغاوت ہے اور یہی توہین رسالت ہے۔ مسلمان اس وقت خود توہین رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا مسرور احمد صاحب نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی، مثلاً آپ نے آنحضرت ﷺ کا خطبہ جمعۃ الوداع کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا تھا

اے مسلمانو! تم پر ایک دوسرے کی جانیں۔ مال۔ عزت و آبرو، اور خوب بہانا حرام ہے۔

کاش مسلمان اس ایک بات کو ہی دیکھ لیں۔ اس ایک بات پر ہی عمل کرلیں۔ اس حدیث پاک کے مضمون کو ہی سمجھنے کی کوشش کرلیں تو دیکھیں تمام اسلامی ممالک میں یکدم امن قائم ہو جائے گا انشاءاللہ۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے رسول خدا ﷺ کی ایک اور حدیث بیان فرمائی جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' جماعت احمدیہ اس بات کا مفہوم یہ لیتی ہے کہ مسلمان وہ ہے جسکی زبان سے اور ہاتھ سے ہر وہ شخص جو سلامتی اور امن کا خواہاں ہے محفوظ رہتا ہے۔

آپ نے درج ذیل احادیث بھی پڑھ کر سنائیں کہ

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرنے والوں پر رحمان خدا بھی رحم کرے گا، تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ آپ نے ہر شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام مسائل کو نرمی سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نرمی کا جتنا اجر دیتا ہے اتنا سخت گیری کا نہیں دیتا۔

رحمی رشتہ داروں اور قرابتی رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کے ضمن میں آپ نے یہ حدیث نبوی بھی سنائی جس میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ

جو شخص رزق میں فراخی چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ پھر فرمایا کہ اس شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ہم اپنی مجالس اور جلسوں اور میٹنگز اور خطبات میں بار بار یہ تعلیمات نبی کریم اور اسلامی تعلیمات کو سنتے ہیں مگر پھر فوراً ہی بھول جاتے ہیں۔

پس حالات کا تقاضا ہے کہ ان احکامات پر عمل کیا جائے، خدا کے حضور مسلمانوں سے تو دوہری باز پرس ہوگی کہ ان کے نبی نے انہیں ہر کام میں راہنمائی دی ہے۔ ہر موقعہ کی تعلیم دی ہے مگر مسلمان یہ سب کچھ بھول گئے ہیں ہر بات کو انہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ عاجزی وانکساری کی جگہ تکبر نے لے لی ہے۔ بے جا فخر اور مباہات ہو رہا ہے، سورۃ رعد کی آیت 22 جو شروع میں لکھی گئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہی فرمایا ہے کہ مومن تو خدا کے حضور حاضر ہونے اور حساب سے لرزاں و ترساں اور خائف رہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق آتا ہے آپ فرمایا کرتے تھے اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مؤاخذہ کا خوف دل پر ہوگا کہ شائد وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔ سبحان اللہ کیا ایمان کی حقیقت ہے!

پس مسلمانوں کو ان تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔ ورنہ یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے توہین رسالت کے خود مرتکب ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تو رحمۃ للعالمین تھے۔ سراسر رحمت تھے۔ کیا ان کے نام پر مسلمانوں کا ہی خون کرنا اسلام ہے؟ خدارا کچھ تو خوف کریں، آخرت کا تو خوف دلوں سے بالکل اٹھ گیا ہے۔ آیئے مل کر یہ دعا کریں!

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

(آمین)

اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر و بھلائی مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے مانگی اور ہم تجھ سے ان باتوں سے پناہ چاہتے ہیں جن سے ترے نبی محمد ﷺ نے پناہ چاہی، تو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے پس تیرے تک دعا کا پہنچنا لازم ہے (آمین) (حدیث)

''اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش تا کہ تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد ﷺ اور تیرے کامل و مقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لاویں اور اس کے حکموں پر چلیں تا ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جائیں کہ جو سچے مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اسکو پاتے ہیں'' (مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ 25)

''اے اللہ محمد ﷺ کی امت کی اصلاح فرما، اے اللہ محمد ﷺ کی امت پر رحم کر۔ اے اللہ ہم پر محمد ﷺ کی برکات نازل فرما اور محمد ﷺ پر رحمتیں اور برکتیں اور سلام بھیج اے میرے ربّ اُمت محمدیہ کی اصلاح فرما'' (تذکرہ)

شانِ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

امتہ الباسط۔ بروکلین

قرآنِ کریم میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' کے عظیم الشان خطاب سے نوازا گیا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے افراد خلوصِ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ معاندین جماعت احمدیہ ہماری جماعت پر جو طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نعوذ باللہ یہ جماعت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبین تسلیم نہیں کرتی اور اسطرح وہ امت محمدیہ کے صدیوں سال پرانے مسلک سے ہٹ کر ایک نیا مذہب اختیار کر چکی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دوسرے اور بہت سے بے سروپا الزامات کی طرح یہ الزام بھی سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ درحقیقت جماعت احمدیہ آنحضرت ﷺ کو جس قوت، معرفت اور یقین کامل کے ساتھ خاتم النبین تسلیم کرتی ہے اور کسی کو یہ بات نصیب نہیں ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیء سلسلہ احمدیہ اس سلسلے میں بیان فرماتے ہیں کہ

''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہؐ کو خاتم النبین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افتراءِ عظیم ہے ہم جس قوت، یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔''

پیشتر اس کے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک اور جماعت احمدیہ کے محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء ہونے پر یقین محکم رکھنے کو واضح کیا جائے۔ چند بزرگان امت کے عقائد سے آگاہی حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔ حضرت ام المومنین سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

قُولُوا اِنَّہ' خَاتَمُ الاَنبِیاءِ وَلَا تَقُولُوا لَانَبیَّ بَعدَہ'۔ یعنی اے لوگو! آنحضرتؐ کو خاتم الانبیاء ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد اور کسی قسم کا نبی نہ آئیگا۔ اس ضمن میں گیارھویں صدی ہجری کے مشہور محدث مشکوٰۃ کے شارح اہل سنت امام حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ

''حدیث میں لانبی بعدی کے جو الفاظ آتے ہیں اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت لے کر پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرتؐ کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔''

بانیءمدرسہ دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانویؒ فرماتے ہیں

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّت محمدیؐ میں فرق نہ آئے گا۔''

مندرجہ بالا اقتباسات سے مطابقت رکھنے والے مزید اور بھی بزرگانِ دین کے ارشادات ہیں مگر انہیں چند پر اکتفا کرتے ہوئے۔ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انہیں ارشادات کے تحت غیر شرعی اور امتی نبی کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ نظریہ قرآنی عقیدۂ ختمِ نبوت سے متصادم نہیں۔ چنانچہ بانی سلسلہ نے ختم نبوت کا اقرار اور حضرت محمدؐ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان کا نہایت شدومد سے اعلان فرمایا ہے کہ

''میں جناب خاتم الانبیاء کی نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسکو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں حضرت بانیءسلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔

''عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اسکا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔''

''ازالہ اوہام'' میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

''حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ''خاتم النبیین وخیر المرسلین'' ہیں جن

کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی۔جس کے واسطے سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالی تک پہنچ سکتا ہے۔''

''آریہ دھرم'' میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ فرماتے ہیں کہ

''اس کریم و رحیم خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے قرآن مجید جیسی پاک کتاب بھیج کر اور جناب خاتم الانبیاء سید الاوّلین والاخرین کو دنیا کی اصلاح کے لیے مبعوث فرما کر وحشی انسانوں کو پھر نئے سرے سے انسانیت سکھائی اور کروڑ ہا دلوں کو ایمان اور عمل صالح سے منور کیا۔''

''توضیح مرام'' میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ فرماتے ہیں کہ

جناب سیدنا و مولانا سید الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ کے لیے ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے۔جسکی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔''

''ازالہ اوہام'' میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں خاکِ راہ احمدِ مختار ہیں

اپنی کتاب ''سراجِ منیر'' میں حضرت بانیء سلسلہ احمدیہ بیان فرماتے ہیں کہ

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہء نبوت میں اعلیٰ درجہ کا جوان مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ہے۔جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔''

درثمین میں اشعار کے ذریعے آپ علیہ السلام نے عشق رسول ﷺ کو یوں واضح کیا

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا نام اسکا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیغمبر اک دوسرے سے بہتر لیک از خدائے برتر خیر الورٰی یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

حاصل بحث یہ کہ خاتم النبیین کی جماعت احمدیہ بھی وہی تشریح و توضیح کرتی ہے جو قبل ازیں ربانی صلحائے امت اور بزرگان سلف پیش کرتے۔اور جماعت احمدیہ بھی حضور ﷺ کو مکمل یقین، قوت اور معرفت کے ساتھ خاتم النبیین تسلیم کرتی ہے اور ختم نبوت کے بارے میں کوئی نیا دین اور نیا مسلک جماعت احمدیہ نے نہیں بنایا۔بلکہ تاریخ اسلام کی چودہ صدیاں احمدیت کے مؤقف میں اسکی تائید اور پشت پناہی کر رہی ہیں اور احمدیت کے مؤقف پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہیں۔پھر جس مسلک کے بانی نے عشق رسولؐ میں سرشار ہو کر مندرجہ ذیل اشعار کہے ہوں اسکی تکذیب کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔آپؑ فرماتے ہیں کہ

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت جس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

اس تمام وضاحت کے بعد بھی اگر مخالفین اور معاندین جماعت اپنے مؤقف پر قائم رہیں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کا خوف پیش نظر رکھیں اور اس امر پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ہماری دعا ہے اور ہمیں یقین بھی ہے کہ اگر انصاف اور خوف خدا کے ساتھ وہ ان امور پر غور کریں گے تو یقیناً اس نتیجے تک پہنچیں گے جس تک عہد حاضر کے مشہور عالم دین مولانا عبد الماجد دریا آبادی مرحوم پہنچے۔آپ فرماتے ہیں کہ

''جہاں تک میری نظر سے خود بانیء سلسلہ احمدیہ جناب مرزا صاحب مرحوم کی تصنیفات گزری ہیں۔ان میں بجائے ختم نبوت کے انکار کے عقیدہ کی خاص اہمیت مجھے ملی ہے بلکہ مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ احمدیت کے بیعت نامہ میں ایک مستقل دفعہ حضرت رسول خدا کے خاتم النبیین ہونے کی موجود ہے لہٰذا مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے ہیں تو اس معنی میں ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔پس اگر احمدیت وہی ہے جو خود حضرت مرزا صاحب مرحوم بانیء سلسلہ کی تحریروں سے ظاہر ہوتی ہے تو اسے ارتداد سے تعبیر کرنا بڑی زیادتی ہے۔''

(ٹائپنگ: منشاد احمد تیر)

برّ اعظم یورپ یا ریاست ہائے متحدہ یورپ اور الٰہی اشارے

انور محمود خان، کیلیفورنیا

کُرّہ ٔ ارض سات براعظموں پر مشتمل ہے جس میں یورپ کا شمار دو چھوٹے براعظموں میں ہوتا ہے اس کا رقبہ 3.93 ملین مربع میل ہے اور جو سطح ارض کا دو فیصد اور خشکی کا 6.8 فیصد ہے۔ اس براعظم میں کم وبیش 50 ممالک آباد ہیں اور متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ 23 زبانیں یورپین کمیونٹی کی Official زبانیں سمجھی جاتی ہیں۔

سنت اللہ اس طور پر جاری ہے کہ دنیا کے نقشے، حدود اور سرحدیں ایک عظیم الٰہی پروگرام کے تابع ہیں اور لفظی اور معنوی دونوں جہات سے یہ الٰہی فرستادوں کی کامیابی کی نشاندہی کرتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّ نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ

کیا یہ مخالفین دیکھتے نہیں کہ کس طرح ہم چاروں طرف سے ان کی زمینیں کم کرتے چلے جارہے ہیں کیا یہ پھر بھی غلبہ کے دعویدار ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا‘‘ (الوصیت صفحہ11)

اللہ تعالیٰ نے مزید حضور اقدسؑ کو فرمایا کہ آپ کی آمد کے بعد ’’نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان‘‘۔ اتحاد ملل اور وحدت فکری کا حسین نظارہ اگر دیکھنا ہو تو آیئے خلافت احمدیہ کو قریب سے دیکھیں کہ کیسا خلیفۂ وقت کا وجود ساری دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کے لئے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ نسلی۔ قومی۔ جغرافیائی۔ لسانی اور رنگ ونسل کی حدود اور بندشوں سے آزاد ایک نئی دنیا ہے جو اسی زمین پر آباد ہے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کے الفاظ میں ’’دنیا ایک جزیرہ ہے اور اس میں ایک نیا جزیرہ جنم لے رہا ہے جسکا نام احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے‘‘

ہم اس مضمون میں برّ اعظم یورپ کا دو جہات سے مطالعہ کریں گے ایک تو دنیاوی نقشے اور بدلتے ہوئے آثار کی روشنی میں اور دوسرے دنیائے احمدیت کے حوالہ سے اس قطعہ ارض کی کیا اہمیت ہے۔ اور گزشتہ ایک صدی سے کیا ان جغرافیوں اور غیر معمولی تبدیلیوں کی سمت، احمدیت کے درخشاں مستقبل کی غماز ہے۔

برّ اعظم یورپ کی گزشتہ تین صدیوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اٹھارہویں صدی میں اگر 44 جنگیں ہوئیں تو انیسویں صدی میں یہ تعداد 52 ہوگئی۔ بیسویں صدی نے تو سارے ریکارڈ توڑ دیئے اور دنیا نے دو عالمی جنگیں مشاہدہ کیں اور اسکے علاوہ مزید 72 جنگیں وقوع میں آئیں گویا تین سو سال میں یورپ 175 مرتبہ جنگ سے دوچار ہوا جن میں کروڑوں افراد لقمہء اجل ہوگئے تو مزید کروڑ ہا دربدر نقل مکانی پر مجبور۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا براعظم خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ جب ان کی تہہ میں وجوہات دیکھے جائیں تو حالی کے وہ مصرعے یاد آتے ہیں جو انہوں نے عرب کے بدوؤں کی جنگوں کے بارے میں رقم فرمائے ہیں:

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

جہاں ایک طرف یہ جنگی بازار گرم تھا دانشوروں کی اقلیت اتحادِ یورپ کے خواب دیکھ رہی تھی۔ گزشتہ صدی میں استعماری آبادکاری کا آغاز برطانیہ نے کیا اور سترہ ممالک کو زیرِ نگیں کرلیا۔ فرانس، ہالینڈ اور پُرتگال اور سپین نے بھی پوری کوشش کی کہ ساری دنیا کی دولت لوٹ کھسوٹ کے یورپ میں لے آئی جائے۔ افریقن باشندوں نے کیا خوب کہا کہ عیسائی ہمارے براعظم میں تبلیغ دین کیلئے آئے اور اپنے لاکھوں نسخہ جات بائبل چھوڑ گئے اور سارا سونا چاندی اور معدنیات لے گئے۔ کیا یہی امن عالم کی کوشش ہے؟

اس صدی نے یہ بھی دیکھا کہ جس تیزی سے یہ استعماری طاقتیں پھیلیں اور اپنا رسوخ جمایا اتنی سرعت کے ساتھ ہی ان کی استعماریت کی صف لپیٹ دی گئی اور سات آٹھ دہائیوں میں سارے نقشے ویسے ہی ہوگئے جیسا کہ تھے۔ بادشاہت اور آمریت کے خلاف بھرپور جہاد اور جمہوری نظام اور ممالک کی آزادی کی دوڑ

سرعت سے بڑھتی گئی۔ نپولین بونا پارٹ نے 1801ء میں ریاست ہائے متحدہ یورپ کا مبہم سا خیال پیش کیا۔ 1816ء میں فرانس کے دو انقلابی لیڈروں Saint Simon اور Augustin Thierry نے ایک مقالہ لکھا جس میں یورپ کا ایک ہلکا سا پارلیمانی ڈھانچہ پیش کیا۔ 1815ء میں سب سے پہلے ریاست ہائے متحدہ یورپ کے الفاظ Victor Hugo نے استعمال کئے لیکن پوری صدی اس پر مزید پیش رفت نہ ہوئی۔ بیسویں صدی میں دو عالمی جنگوں نے یورپ کو معاشی طور پر تباہ کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد 1946ء میں ریاست ہائے متحدہ یورپ کا نعرہ بلند کیا مگر برطانیہ جو کہ اکثر نو آبادکاریاں کھو چکا تھا کو استثناء کے طور پر پیش کیا۔ جارج واشنگٹن اور William Penn نے بھی امریکہ سے ریاست ہائے متحدہ یورپ کے تصور کا ساتھ دیا۔

چنانچہ 1949ء میں یورپین کونسل قائم ہوگئی اور 1951ء میں یورپ کی کوئلہ اور فولاد کی کمیونٹی قائم کی گئی اور بالآخر 1958ء میں یورپین اکنامکس کمیونٹی کا قیام عمل میں آیا۔ رفتہ رفتہ نئے ممالک اس میں شامل ہوتے رہے اور 1993 میں ماسٹر کٹ معاہدہ کے زیرِ اہتمام یورپین پارلیمنٹ نے جنم لیا اس وقت تک 27 یورپین ممالک اس میں شامل ہو چکے ہیں اور دن بدن اسکی کیفیت اور کمیت دونوں میں ترقی جاری ہے۔ اس پارلیمنٹ کے تین دفاتر ہیں اور 732 نشستیں اسکا حجم ہیں۔ 1999ء میں یورو زون قائم ہوا اور اس پارلیمنٹ کے ممبر ممالک کی کرنسی یورو ہوگئی۔ یہ اس صدی کا ایک عظیم سنگِ میل تھا جس کے ذریعے سے ریاست ہائے متحدہ یورپ کا ایک ہلکا سا عملی نقشہ ابھر رہا ہے اور چونکہ 27 ممالک کی مجموعی طاقت اسقدر ہے کہ باقی ممالک لحظہ بہ لحظہ اس عظیم پارلیمنٹ کا ممبر بننا پسند کریں گے۔ تمام ممالک کی مجموعی آبادی 500 ملین ہے جو دنیا کی آبادی کا 7.3 فیصد ہے اور ان ممالک کی مجموعی داخلی پیداوار (G.D.P) 17.6 ٹریلین امریکی ڈالرز ہے جو ساری دنیا کا 20 فیصد ہے۔ اور یہ پیداوار ان ممالک کے باشندگان کی قوت خرید کی عکاس ہے۔

EP (European Parliament) کے ادارے رفتہ رفتہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ ہر پانچ سال میں اس پارلیمنٹ کے صدر کا انتخاب تمام ممالک کے باشندگان کرتے ہیں اور یہ اس اعتبار سے قابل تحسین ہے کہ اس جمہوری عمل میں 27 آزاد ممالک شامل ہیں جو سب کے سب خود مختار ہیں لیکن یہ انتخابات پُر امن طریق پر انجام پاتے ہیں۔ اس امر سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ریاست ہائے متحدہ یورپ کا عظیم منصوبہ امریکہ کی ریاست سے بدرجہ اولیٰ مفید ہے کیونکہ اس میں 23 مختلف زبانوں کے بولنے والے جو 27 ریاستوں میں تقسیم ہیں لیکن جمہوری طور پر ایک صدر منتخب کرتے ہیں اور اس طور پر یہ پارلیمنٹ دنیا کی دوسری بڑی جمہوریت ہے جبکہ اول نمبر کی جمہوریت صرف ایک ملک پر مشتمل ہے۔ اور اس اعتبار سے یقیناً یورپین پارلیمنٹ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلا سکتی ہے۔ کمیت نہ سہی مگر کیفیت میں تمام ممالک سے بازی لے گئی ہے۔

آیئے اب ہم تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتے ہیں یعنی یورپ کے بارے میں حضرت امام الزمان علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے کیا پیشگوئیاں فرمائیں۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد میں پوری ہو چکی ہیں اور چند ایک ہنوز اپنے مکمل انکشاف کی منتظر ہیں مثلاً حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے پردے کے رواج کے بارے میں یہ فرمایا

''آخر جیسے بہت سے تجارب کے بعد طلاق کا قانون پاس ہوگیا ہے اسی طرح کسی دن دیکھ لوگے کہ تنگ آ کر اسلامی پردہ کے مشابہ یورپ میں بھی کوئی قانون شائع ہوگا ورنہ انجام یہ ہوگا کہ چارپایوں کی طرح عورتیں اور مرد ہو جائیں گے اور مشکل ہوگا کہ یہ شناخت کیا جائے کہ فلاں شخص کس کا بیٹا ہے''

(نسیم دعوت صفحہ 434 روحانی خزائن جلد 14)

انشاء اللہ احمدیت کے نفوذ سے رفتہ رفتہ اخلاقیات میں درستی آتی جائے گی اور یہ پیشگوئی اظہر من الشمس ہو جائے گی، انشاء اللہ۔ اب ہم سلسلہ وار وہ پیشگوئیاں بیان کریں گے جو تاریخ عالم میں بالعموم اور یورپ کی تاریخ سے بالخصوص تعلق رکھتی ہیں جو حضور علیہ السلام کے الہامات اشعار اور ملفوظات میں درج ہیں اسی طرح وہ بشارات جو خلفائے احمدیت نے وقتاً فوقتاً بیان کیں۔ 1895ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ کے بارے میں مختلف زاویہ نظر پیش کئے جو مندرجہ ذیل اشعار سے عبارت ہیں ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

اس شعر میں ان لوگوں کا احوال ہے جو مستشرقین کہلاتے ہیں اور جنہوں نے باوجود ظاہری علم سے لیس ہونے کے اسقدر کم عقلی اور نادانی کا ثبوت دیا کہ رسول مقبول ﷺ کی ذات والا صفات کو اپنے ناپاک اعتراضات کا نشانہ بنایا اور انتہائی حد تک کوتاہ بینی کا ثبوت دیا۔ ان نادانوں میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

سرولیم میور۔ونسٹن چرچل۔ڈیوڈ ہیوم۔جان ٹولن۔محمد الوراق وغیرہ۔ان سب نے آنحضورﷺ کی زندگی پہ ایک سطحی نظر بھی نہ ڈالی اور بدزبانیوں اور خرافات سے اعراض نہ کیا۔ان کے نزدیک عرب کی قوم ایک جاہل قوم تھی ان میں اپنا رسوخ پیدا کرنا یا ان کا قبول اسلام انتہائی معمولی امر ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے ان سب مستشرقین کو ایک شعر میں جواب دے دیا۔آپؑ فرماتے ہیں ؎

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اسی سے آشکار

یعنی آنحضورﷺ نے اپنی بعثت کے وقت جس قوم کو پایا وہ یقیناً وحشیانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔آپؐ نے ان وحشیوں کو انسان بنایا پھر باخلاق انسان پھر باخدا انسان اور پھر یہ افراد خدانما وجود ہو گئے۔یا تو جاہلیت کے زمانے میں ان کی یہ حالت تھی کہ وہ دنیا کے کیڑے مکوڑے تھے یا پھر اس نبی کی پیروی کے بعد ایسے خدا کی طرف کھینچے گئے کہ گویا خدا ان کے اندر سکونت پذیر ہو گیا ہو۔اس تبدیلی کو حضور اقدسؑ یوں بیان فرماتے ہیں ؎

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً　　فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

یعنی اپنی بعثت کے وقت آپ نے اس قوم کو گوبر کی طرح ذلیل پایا لیکن ان کو اپنی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں سونے کی ڈلی کی طرح بنا دیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

یورپ کے بارے میں دوسرا زاویہ نظر اور ایک عظیم پیشگوئی

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس خوش آئند انقلاب کی پیشگوئی فرما رہے ہیں جو یورپ میں ظہور پذیر ہوگا۔نظر عمیق ڈالنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس انقلاب کی داغ بیل رکھ دی گئی ہے۔اس کو سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ چند الفاظ کے معانی اور مفہوم کو سمجھا جائے۔تشریح طلب الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

1۔''اس طرف''ان الفاظ کا اشارہ اس اسلامی تعلیم کی جانب ہے جو رسول مقبولﷺ لے کر آئے تھے نہ کہ موجودہ بگڑی ہوئی شکل۔مسلمانوں نے زمانۂ حال میں اسلام کی وہ تصویر پیش کی ہے جو انتہائی بھیانک اور سچائی سے کوسوں دُور مثلاً مرتد کی سزا قتل۔غیر مسلم حکومت کے ساتھ عدم اطاعت۔تلوار کے جہاد کی سختی سے پابندی اور تبلیغ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا اور اس تشدد آمیز عقائد کی تشہیر یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کا اسلام کے مقدس نام سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں۔اور کوئی معمولی عقل والا بھی اسے قبول کے لائق نہیں پاتا۔آج ضرورت ہے یورپ کو ایک ایسی پرامن تعلیم کی جس سے تمام خون ریزیوں کا خاتمہ ہو سکے۔اس خون آلود قطعہ ارض کو ضرورت ہے ایک ایسے امن کے پیغام کی جس سے انسانی عظمت قائم ہو اور خون خرابے کی صف لپیٹ دی جائے۔اس پرآشوب زمانے میں جہاں تین سو سال میں 175 خون ریز جنگیں وقوع میں آئیں۔ضرورت ہے اس امید کی کرن کی جو بھائی چارے اور صلح پر اپنے مشاغل کو استوار کرے۔چنانچہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کوئی ایسا پیغامبر آئے جو حقیقی امن قائم کر سکے۔اسی لئے حضور اقدس فرماتے ہیں کہ احرارِ یورپ شدید ضرورت محسوس کر رہے ہیں کہ وہ احمدیت کی تعلیم کی طرف آئیں اور اچانک پورے وثوق سے اور جرأت کے ساتھ برملا اسکا اظہار کر رہے ہیں۔ان کی نظریں بار بار اس منارۃ المسیح کی جانب اُٹھ رہی ہیں جو پوری تحدی کے ساتھ یہ صدا بلند کر رہا ہے ؎

صدق سے مری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

سردست منکرین یورپ کی دو آراء ضبط تحریر کرتا ہوں جن سے اس شعر پر صداقت کی مہر ثبت ہوتی ہے۔جارج برنارڈ شا جو کہ ایک نامور مفکر شمار کئے جاتے ہیں جو لندن اسکول آف اکنامکس کے بانی شمار کئے جاتے ہیں اور 60 ڈراموں اور متعدد کتب کے مصنف ہیں تحریر کرتے ہیں؛

''مجھے یقین ہے کہ ساری برطانوی سلطنت ایک قسم کا اصلاح شدہ اسلام اس صدی کے اختتام پر قبول کر لے گی۔میں نے محمد کے دین کو ہمیشہ بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔میرے نزدیک بدلتے ہوئے زمانہ حیات کے مقابل پر ایسی اہلیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ ہر زمانے کے لوگوں کو اپیل کرتا ہے دنیا کو میرے جیسے بڑے آدمیوں کی پیشگوئیوں کو یقیناً وقعت دینی چاہیئے اور میں نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ محمد کا دین جیسا کہ آجکل یورپ میں قبول کیا جا رہا ہے ویسا ہی کل بھی قبول کیا جائے گا۔قرون وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصب کی بناء پر محمد کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی۔فی الحقیقت انہیں

محمدؐ کے مذہب سے نفرت کرنے کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ ان کے نزدیک محمدؐ، یسوع کے دشمن تھے لیکن میں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے میری رائے میں وہ نہ صرف یہ کہ دشمنِ مسیح نہ تھے بلکہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانے میں محمد جیسا دنیا کا آمر بن جائے تو وہ ہمارے زمانے کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جسکے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے اب یورپ محمد کے اصولوں کو سمجھنے لگا ہے اور آئندہ صدی میں یورپ اس بات کو زیادہ تسلیم کرے گا کہ اسلام کے اصول اسکی الجھنوں کو حل کر سکتے ہیں۔ میری پیش گوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہیئے موجودہ وقت میں بھی میری قوم اور یورپ کے کئی لوگ اسلام اختیار کر چکے ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز ہو چکا ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 165)

دوسرے عالمی شہرت یافتہ یورپ کے مورخ پروفیسر ٹائن بی لکھتے ہیں:

''مغرب سے ٹکراؤ کے نتیجہ میں اب اسلام میں پھر جوش پیدا ہو رہا ہے اور اس میں ایسی روحانی تحریکات جنم لے رہی ہیں جو ممکن ہے کہ آئندہ جا کر عالمگیر مذہب اور تہذیب کی بنیاد بن جائیں مثلاً احمدیہ تحریک''

(Civilization on Trial page 204) بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 168)

اپنی ایک نظم میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی بہ حالِ زار

1894ء میں Nicholos II رُوس کا Emperor یا زار تجویز ہوا۔ اس وقت رُوس دنیا کی عظیم ترین طاقتوں میں شمار ہوتا تھا اور اسکو استعماری رُوس یا Imperial Russia کہتے تھے اور یہ زمانہ اسکی بادشاہت کے عروج کا وقت تھا اُس وقت حضورؑ نے اسکے انحطاط کی خبر دی۔ 24 سال بعد اسکو 1917ء میں قید کیا گیا اور اسکی ساری فیملی جس میں اسکے بیوی بچے۔ نوکر چاکر۔ ڈاکٹر اور اسکے نوکر سمیت سب کو ایک کمرے میں بند کر کے 16 جولائی 1917ء کو قتل کر دیا گیا اور زار کا باب صفحۂ ہستی سے مٹ گیا

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

1902ء میں ایک عیسائی پادری جان ہیو سمتھ پگٹ نے جو ایک تنظیم اگیپ مون کا لیڈر تھا۔ 7 ستمبر 1902ء کو Clapton, London کے چرچ میں پہلے مسیح کی آمد ثانی کا دعویٰ کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد خدائی کا دعویدار بن بیٹھا۔ اس اعلان کے سنتے ہی بعض حاضرین سجدے میں گر گئے اور بعض سخت برہم ہو کر اس پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ پولیس نے آ کر اسکو اسکے گھر پہنچا دیا۔ جب الوہیت کے اس مدعی کی خبر حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچی تو آپ نے اسکو متنبّہ کیا اور فرمایا:

''یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر پھر خدا بنتا ہے اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اسی طرح خدا کے مقدس نبیوں کی بے عزتی کا بھی موجب ہوتا ہے۔ اسلئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو آنے والی سزا سے متنبہ کروں''

النبی مرزا غلام احمد

اللہ تعالیٰ نے یورپ کی سرزمین میں یہ نشان دکھلایا کہ پگٹ اس تنبیہ کے بعد بالکل خاموش ہو گیا اور قطع تعلق کر کے گمنام زندگی بسر کرنے لگا

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار

1903ء: اس سال کے آغاز میں حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر روسی حکومت کے بارے میں ایک پیشگوئی فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں ہے اور ایک عجیب سیاہ رنگ کا ہے جیسے انگریزی کارخانوں میں روغنی چیزیں بہت عمدہ اور نفیس بنا کرتی ہیں اور یہ حصہ اسکا لوہے کا ہے۔ اس سونٹے میں ایک یا دو نالی بندوق کی بھی ہیں لیکن اس ترکیب سے بنی ہوئی ہیں کہ سونٹے میں مخفی ہیں اور جب چاہو تو اس سے کام بھی لے سکتے ہیں۔''

''پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بوعلی سینا کے وقت میں تھا اسکی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے بوعلی سینا بھی پاس کھڑا ہے اور اس تیر کمان سے میں نے ایک شکار بھی کیا''

ان رویاء سے کیا مراد ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ خوارزم بادشاہ ترک علاقہ جات کا

بادشاہ تھا اور ایک سنّی مسلمان تھا۔ اسکی بادشاہت کا دَور 1077-1231 تک کا ہے اور ایک وسیع علاقہ جس میں ترکی، عراق۔ ایران کے حصص شامل ہیں اسکی سلطنت کا حصہ تھے۔ زارِروس کے سونٹے سے بظاہر ایک آہنی طاقت کی طرف اشارہ ہے، واللہ عالم بالصواب۔

1904ء: حضرت مسیح موعودؑ کو یورپ کے مختلف حصص کے بارے میں بذریعہ غیب اطلاع دی گئی ان میں سے ایک ترکی کی شکست اور دوبارہ غلبہ کی خبر تھی۔ 4 جنوری 1904ء کو یہ الہام ہوا۔

غُلِبَ الرُّوْم فی ادنی الارض وھم من غلبھم سیغلبون فی بضع سنین

اہل روم نزدیک کی زمین میں مغلوب کئے جائیں گے اور مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غلبہ پائیں گے۔ حضورؑ کے الہام میں بضع سنین کا لفظ بتاتا تھا کہ یہ حادثہ تین سے نو سال کے عرصے میں وقوع پذیر ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا اور جیسا کہ یہ خبر تھی کہ ترک پھر غالب آجائیں گے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں ترک مسلمان شاہراہ ترقی پر گامزن ہوگئے اور عجیب بات یہ ہے کہ ٹھیک نو سال کے اندر اندر وہ اس قابل ہوگئے کہ یونان کو پہلی شکست دے سکیں چنانچہ تاریخ اقوام عالم (مؤلفہ مرتضٰی حسن خان) میں لکھا ہے "مصطفیٰ کمال پاشا نے انقرہ میں بیٹھ کر نئی فوج ترتیب دی اور 1921ء میں انقرہ سے چند میل کے فاصلے پر یونانیوں کو پہلی شکست دی" (تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ431)

گویا اس الہام کے دونوں پہلو' پہلی شکست جو 1912ء میں ہوئی اور پھر فتح جو 1921ء میں ہوئی ہر دو حصص بڑی شان کے ساتھ پورے ہوئے۔ الحمدللہ۔

برطانیہ کے بارے میں پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ نے برطانیہ کے حوالہ سے تین پیشگوئیاں فرمائیں جو علی الترتیب 1910, 1913 اور 1924 میں پوری ہوئیں، الحمدللہ۔

1۔ طلوع الشّمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا۔ ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رویاء میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمتِ کفر وضلالت میں ہیں' آفتابِ صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا (ازالہ و اوھام صفحہ 515)۔

2۔ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اسکی تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔

(روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 377 ازالہ اوھام صفحہ 516)

پہلی پیشگوئی کی داغ بیل 1899ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے آغاز سے شروع ہوگئی۔ 1907ء میں چودھری فتح محمد سیال صاحب کو لندن میں مشن قائم کرنے کی غرض سے بھجوانے کا فیصلہ ہوا اور 1913ء میں خدا کے فضل سے پہلا مشن برطانیہ میں قائم ہوا۔ مولوی شیر علی صاحبؓ کے انگریزی ترجمہ قرآن سے اس مشن کے اغراض پورے کئے جانے لگے اور طلوع الشّمس کا مغرب کی طرف سے شروع ہونا معنوی اعتبار سے پورا ہوا۔ دوسری پیشگوئی 1924ء میں پوری ہوئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن تشریف لائے اور آپ کا لیکچر احمدیت یعنی حقیقی اسلام اس محفل میں پڑھا گیا۔ ساتھ ہی حضور اقدسؓ نے مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔ اس پر جو بیرونی اخبارات نے تبصرے کئے چند ایک مختصراً پیش ہیں۔

ڈاکٹر والرداش جوفری چرچ کے سربراہ تھے اور خود فصیح البیان مقرر تھے یہ تاثر پیش کیا:

"میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ لیکچر سننے کا موقعہ ملا۔ قانون کے ایک پروفیسر نے بیان کیا جب وہ مضمون سن رہا تھا تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ دن گویا ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہے اور پھر کہا اگر آپ لوگ کسی اور طریق سے ہزاروں روپیہ بھی خرچ کرتے تو اتنی زبردست کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔"

(تاریخ احمدیت جلد چھارم صفحہ433)

"مانچسٹر گارڈین نے ستمبر 1924 کی اشاعت میں لکھا:

"اس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ جو اس وقت ظاہر ہوا وہ آج سہ پہر کو

اسلام کے ایک نئے فرقہ کا ذکر تھا نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کیلئے اختیار کیا ہے ورنہ یہ لوگ اسکو درست نہیں سمجھتے۔ اس فرقہ کی بناء کے قول کے بموجب آج سے چونتیس سال پہلے اس مسیح نے ڈالی جسکی پیشگوئی بائبل اور دوسری کتابوں میں ہے اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلہ کی بنیاد اسلئے رکھی ہے کہ وہ نوع انسان کو اسلام کے ذریعے خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ ایک ہندوستان کے باشندے نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے اور جن کا چہرہ نورانی اور خوش کن ہے اور سیاہ داڑھی رکھتا ہے اور جس کا لقب ہز ہولی نیس خلیفۃ المسیح الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمد یا اختصار خلیفۃ المسیح ہے۔ مندرجہ بالا تحدی اپنے مضمون میں پیش کی جس کا عنوان ہے ''اسلام میں احمدیہ تحریک''۔۔۔ آپ نے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی۔ ایک پُر جوش اپیل کے ساتھ ختم کیا۔ جس میں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیح اور اس نئے تعلیم کے قبول کرنے کیلئے مدعو کیا۔ اسی بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچہ کے بعد جس قدر تحسین وخوشنودی کا چیئرز کے ذریعے اظہار کیا گیا اس سے پہلے کسی پرچہ پہ ایسا نہیں کیا گیا تھا''۔ (تاریخ احمدیت جلد چهارم صفحه 424)

3۔ ''سلطنتِ برطانیہ تاہشت سال۔ بعد ازاں ضعف و فساد و اختلال''

حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہام 1892ء میں ہوا جبکہ سلطنت برطانیہ اپنی ترقی کے جوبن پر تھی اور متعدد ممالک میں colonies بنا چکی تھی۔ اس استعماری عروج کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ سلطنت برطانیہ کا عروج مزید آٹھ سال رہے گا اسکے بعد انحطاط۔ فساد اور پراگندگی پھیلے گی۔ اُس زمانے میں یہ کہا جاتا تھا کہ سورج کبھی برطانیہ پر غروب نہ ہوگا۔ دنیا کی ایک تہائی آبادی اسکے زیرِ اثر تھی اور تین سو سال سے زائد عرصہ میں اس عروج کو پہنچی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے زوال کی خبر دی اور ٹھیک نویں سال میں جنوری 1902ء کو ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہوا اور یہی سال برطانیہ کے زوال کا سال شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ برٹش ایمپائر کے ویب سائٹ پر اس عنوان کے ماتحت ایک باب باندھا گیا۔ ''استعماریت کی موت اور قومیت کی پیدائش''، اس میں یہ لکھا گیا

"The Edwardian era(1901-10) was one of the intense concern over the decline of British Naval and commercial dominance"

''یعنی ایڈورڈ کا دور (10-1901) وہ عرصہ ہے جس میں برطانیہ کی نیوی اور تجارتی برتری کو دھچکہ لگا۔ اور زوال شروع ہوگیا''۔ آگے چل کر لکھا کہ جرمن، روسی، فرانسیسی اور جاپانی نیوی کی قوتوں نے برطانیہ کی برتری پر قابو پالیا۔ ادھر امریکہ نے پانامہ کنال کا معاہدہ کر کے برطانیہ کی پانی کی قوت کو پسپا کر دیا۔ تمام استعماری آبادکاریاں جو 20 کے قریب تھیں ایک ایک کر کے خودمختار ہوتی گئیں اور صدی کی آخری چوتھائی میں برطانیہ اپنی حدود میں آ گیا اور ساری colonies آزاد ممالک بن گئے۔

جرمنی کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا رؤیا اور اس کا شاندار ظہور

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر جب مشرقی اور مغربی حصہ میں تقسیم ہو چکا تھا۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے Oxford میں ایک رؤیا دیکھی کہ جیسے جرمنی کا نقشہ ہے لیکن متحدہ جرمنی ہے اور اسکے درمیان کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ آپ کی یہ خواب 45 سال بعد 1989ء میں پوری ہوئی، جب دنیا 10 نومبر بروز جمعہ صبح اٹھی تو دیکھا کہ دیوار برلن گر چکی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا رؤیا Friday the 10th اس رنگ میں پورا ہوا کہ جرمنی پھر ایک ملک کی طرح دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا۔ اتحاد جرمنی، اتحاد اقوام یورپ کی پہلی منزل تھی اسکے بعد لحظہ بہ لحظہ یہ اتحادِ اقوام کا عمل جاری رہا اور 1993ء میں یورپین پارلیمنٹ قائم ہوئی جس میں یورپ کے 27 ممالک شامل ہیں۔ چونکہ یہ اتحادِ یورپ بغیر توپ وتفنگ کے ہوا ہے اسلئے اسکی اساس انسانی بہبود اور آپس میں رواداری کا تقاضا کرتی ہے، خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری کئے'' محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں'' دنیا کا کوئی مدبر، مفکر۔ دانشمند ایسا نہیں جس نے اسکو دہراتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ یہ ضرورتِ زمانہ ہے۔ اور ایک نادر نعرہ ہے جو ساری انسانیت میں بھائی چارے کی اساس کیلئے ایک پُر تاثیر کلمہ ہے۔

اب آیئے یہ دیکھیں کہ 2003ء سے آج تک یورپ میں مقیم حضرت مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ) کس پُر مسرور انداز میں امن عالم اور قیامِ اتحاد الاقوام کا

پرچار کر رہے ہیں۔ 22 اکتوبر 2008ء کو حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نے برطانیہ کی پارلیمنٹ سے خطاب کیا۔ اس صد سالہ جوبلی کے سال میں آپ نے عالمی مسائل جو انسانیت کو موجودہ دور میں درپیش ہیں اس سے کس طرح نجات مل سکتی ہے اور کیسے اسلام کی حسین پُر امن تعلیم امن عالم کی ضامن ہے' پر روشنی ڈالی۔ آپ نے برطانیہ کے حل وعقد کو سمجھایا کہ کسطرح ماضی میں برطانوی حکومت نے برصغیر ہندو پاک میں امن کے قیام میں جو کردار ادا کیا ان کو چاہیئے کہ اب دنیا کے تمام ملکوں میں اسی پالیسی کی زیرنگرانی کوشش کی جانی چاہیئے۔

2012ء میں حضور اقدس ایدہ اللہ نے لنز، جرمنی میں ان کے ہیڈ کوارٹر میں اسلامی تعلیمات، حب الوطنی اور وفاداری کے عنوان پر خطاب کیا اور اس پہلو سے غلط العام نظریہ کہ اسلام تشدد کی تعلیم دیتا ہے آپ نے وفاداریٔ ملک اور حب الوطن من الایمان کی تفسیر بیان کی۔

مارچ 2012ء میں آپ نے جماعت برطانیہ کی نویں امن کانفرنس میں خطاب فرمایا جو مسجد بیت الفتوح میں منعقد کی جاتی ہے۔ اس خطاب میں آپ نے جوہری توانائی سے لیس عالمی جنگ عظیم کے امکانات کا تجزیہ کیا اور سارے ممالک کو خبردار کیا کہ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی اور بین الاقوامی مسائل میں افہام وتفہیم کا رویہ اختیار نہ کیا تو ہولناک نتائج سامنے آئیں گے۔

اس شہزادۂ امن نے جون 2012ء میں امریکہ کی کانگریس سے خطاب کیا اور راہِ امن کے عنوان سے ایک مبسوط خطاب فرمایا جس میں خدائی تائید ونصرت کا نشان **نصرت بالرعب** کا عظیم الشان مظاہرہ دنیا نے مشاہدہ کیا۔ ابھی سال ختم نہیں ہوا کہ حضور اقدس برسلز تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے شہرۂ آفاق ایڈریس یورپین پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:

''یورپین یونین کا قیام یورپین ممالک کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ یہ تمام براعظم کو متحد کرنے کا ذریعہ ہے اور آپ سب کو اس اتحاد کو برقرار رکھنے کیلئے ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔۔۔ یاد رکھیں کہ یورپ کی طاقت کا راز اسکے اسی طرح باہم ایک ہونے اور متحد رہنے میں ہے۔ ایسا اتحاد نہ صرف آپ کو یہاں یورپ میں فائدہ دے گا بلکہ عالمی سطح پر بھی اس براعظم کو اپنی مضبوطی اور اثر ورسوخ قائم رکھنے میں مدد ہوگا۔۔ درحقیقت دیکھا جائے تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ تمام دنیا باہم ایک ہو جائے۔ کرنسی کے معاملہ پر ساری دنیا کو متحد ہونا چاہیئے۔ فری بزنس اور ٹریڈ میں بھی تمام دنیا کو متحد ہو جانا چاہیئے اور Freedom movement اور امیگریشن کے متعلق ٹھوس اور قابل عمل پالیسیاں بنانی چاہئیں تاکہ دنیا باہم متحد ہو جائے۔۔۔ مزید یہ کہ اگر صرف وہ ممالک جو اقوام متحدہ میں ویٹو پاور رکھتے ہیں اس بات کو سمجھ جائیں کہ ان سے بھی ان کے اعمال کی جواب طلبی کی جائے گی تو حقیقی طور پر انصاف قائم ہوسکتا ہے درحقیقت میں اس سے ایک قدم اور آگے جاؤں گا کہ ویٹو پاور کا اختیار کسی بھی صورت امن قائم نہیں کرسکتا کیونکہ اسکے مطابق واضح طور پر تمام ممالک برابر اور ایک سطح پر نہیں ہیں۔''

الغرض حضور اقدس ایدہ اللہ نے یورپین پارلیمنٹ کو امن عالم کیلئے ایک اہم اقدام تصور کیا اور جیسا کہ اس پارلیمنٹ کے تمام 27 ممالک کو برابر کا حق حاصل ہے اور کسی کو ویٹو پاور نہیں ہے یہ ظاہر کرتی ہے کہ جن بنیادوں پر اسکا قیام عمل میں آیا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ یورپ ایک خواب نہیں بلکہ مستقبل قریب میں ایک حقیقت کی طرح ابھرے گا، انشاءاللہ۔''

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے اس مایہ ناز خطاب کا کیا اثر ہوا اور جو مختلف ممالک کے مندوبین شاملِ کانفرنس تھے' کے کیا تاثرات تھے۔ ذیل میں چند ایک تاثرات درج ہیں جو زبان حال سے یہ گواہی پیش کر رہے ہیں ۔

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

1۔ Bishop Dr. Amen Howrad نے جو سوئٹزرلینڈ سے تعلق رکھتے ہیں نہ صرف حضور اقدس کی مقناطیسی قوت قدسیہ کا واشگاف الفاظ میں ذکر کیا بلکہ وہ الفاظ استعمال کئے جس سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک روشن دلیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''یہ شخص جادوگر نہیں لیکن اسکے الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ لہجہ دھیما ہے لیکن اسکے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیر معمولی طاقت، شوکت اور اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اسطرح کا جرأت مند انسان میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کی طرح کے صرف تین انسان اگر اس دنیا کو مل جائیں تو امن عامہ کے حوالے سے اس دنیا میں حیرت انگیز انقلاب مہینوں نہیں بلکہ دِنوں کے اندر برپا ہوسکتا ہے

اور یہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ میں اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا اب حضور کے خطاب نے اسلام کے بارے میں میرے نقطہء نظر کو کلیۃً تبدیل کر دیا ہے۔''

یہ زیر لائن الفاظ احرار یورپ کے مزاج کی تبدیلی کی تصویر ہے۔

2۔مشہورِ عالم خبر رساں ایجنسی CNN نے اپنی ویب سائٹ پر یہ درج کیا:

''دینی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ تمام دنیا باہم ایک ہوجائے کرنسی کے معاملہ میں ساری دنیا کو متحد ہونا چاہیئے اور Freedom of Movement اور امیگریشن کے متعلق ٹھوس اور قابل عمل پالیساں بنانی چاہئیں تا کہ دنیا باہم متحد ہو''

ان فقرات کی سرخی یہ تھی "Quote of the Day"۔یہی فقرہ اسلام کی تعلیم کالبِ لباب ہے جو حضور اقدسؒ نے بیان فرمایا۔

3۔اسپین کے ایک عالم اور متعدد کتب کے مصنف نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔''خدا آپ پر بہت مہربان ہے اور میں بھی خدا کے نام پر آپ کیلئے بھلائی چاہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ آپ کو خدا دولت اور امن عطا کرے۔ میں مذہبی شخص ہوں اور بعض روحانی تجربات رکھتا ہوں ایک عرصہ سے میں نے ایسا مذہبی ماحول نہیں دیکھا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ روحانی شخص وہ ہوتا ہے جو سیدھی راہ پر ہو۔وہ خدا کے ساتھ ہو اور خدا آپ کے ساتھ ہو۔''

ملاحظہ کیجئے **انّی معک یا مسرور** کے اور کیا معنی ہیں یعنی وہ خدا کے ساتھ ہو اور خدا اسکے ساتھ ہو)

4۔محترمہ Rocio Lopez جو کہ Toledo کی کانگریس وومین ہیں' نے اپنے تاثرات یوں تحریر فرمائے:

''اس تقریب نے دوستی اور بھائی چارہ کے اثرات چھوڑے ہیں برسلز کے اس پروگرام نے ایک متحرک جماعت کا علم دیا جو مسلسل تعمیری کاموں میں مصروف ہے، Constant Renovation۔عزت مآب مرزا مسرور احمد کی قیادت میں محبت سب کیلئے اور نفرت کسی سے نہیں جیسے ماٹو کے تحت مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے احمدی باہم مل جل گئے ہیں۔ دنیا جو اپنے نشے میں دھت چلی آ رہی ہے اور جہاں امن اور محبت کا پیغام انتہائی اہم ہے ایسی دنیا میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننا ہی ایک اعزاز کی بات ہے۔اس بات سے کیا چیز خوبصورت ہوسکتی ہے کہ آپ کے امام سے کچھ تبادلہء خیال ہو جائے یا ان کی تشدد کے خلاف تقریر کو غور سے سنا جائے میں آپ کے تصورات کی کامل تائید کرتی ہوں۔ میں اس مرد خدا کی طرف سے عالمی انسانی حقوق کی بحالی اور دنیا میں امن کے قیام کی تمام باتوں سے اتفاق کرتی ہوں میں ہمیشہ مذہب کی بنیاد پر مظالم کی مذمت کرتی رہوں گی۔خدا ہمیشہ آپ پر مہربان رہے۔''

دو درجن سے زائد تاثرات الفضل میں شائع ہو چکے ہیں اور قارئین 27 دسمبر 2012ء کی اشاعت میں ملاحظہ کر سکتے ہیں صرف یہ چند پیش کئے گئے ہیں جن سے اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو فرمایا تھا وہ من وعن نہ صرف پورا ہوا بلکہ یورپ کے 733 ملین باشندگان کیلئے ان کی پارلیمنٹ سے نشر ہوا، الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ان تمام امور جن کا اس مضمون میں ذکر کیا گیا ہے یہ محسوس ہوتا ہے کہ الٰہی بشارت کہ دنیا متحد ہو جائے اور ان خطوط پر یہ اتحاد عمل میں آئے جو کہ اسلام نے تجویز کئے اور حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء نے پیش فرمائے۔اور مختلف ادوار میں ہم نے اس مقصد عظمیٰ کو قریب تر آتے دیکھا جو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد تھا۔ریاستہائے متحدہ یورپ کا قیام لحظہ بہ لحظہ معرض وجود میں آنے کو ہے۔ آج نہیں تو کل تمام 50 ممالک اس میں شامل ہو کر ایک متحدہ یورپ دنیا کے نقشے پر ابھرتے دیکھیں گے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ دیوار کی تحریر پڑھ سکیں اور جائزہ لیں کہ الٰہی اشارے کس طرف ہیں۔حضور علیہ السلام اور آپ کے تمام خلفاء اس اتحاد دنیا کے داعی ہیں اور تمام دنیا اسی صورت میں امن کا گہوارہ بن سکتی ہے جب وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے روشناس ہو اور اسکی تعلیمات کو حرز جان بنائے۔خدا کرے ایسا ہی ہو، آمین۔

اک بڑی مدت سے دِیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

دوستو اس یار نے دِیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

☆......☆......☆......☆

امن کے نام

بشریٰ انور

امن کے نام پہ بیٹھی ہوں کچھ الفاظ لکھنے کو
مگر جذبات اور الفاظ کو قابو کروں کیسے
کہیں جذبات ہیں زخمی
کہیں الفاظ ہی گُم ہیں
مگر آسان ہے جو میں کروں گی
جمع کر کے یہ چند الفاظ
انہیں اک خوبصورت پیراہن میں پیش کر دوں گی
مگر اُس ماں کو جا کے کیا تسلی دے سکوں گی
کہ جس کا ایک ہی بیٹا بھی اُس نے کھو دیا ہے
گلی میں چند کھڑے معصوم بچوں سے
میں کس منہ سے ملوں گی
کہ جن کے باپ گُم ہیں اور ماں بھی لا پتہ ہے
کہ جن کے صاف ستھرے گھر
کسی ملبے کے نیچے دب چکے ہیں

کہیں سوڈان کے شہروں میں یہ سب ہو رہا ہے
ظلم کی انتہاء پھر ہوگئی ہے سیریا میں
اُجڑ تا جا رہا عراق ہے اب
فلسطیں بھی تباہی میں گھرا ہے
میں کیا بولوں، میں کیا لکھوں، فقط الفاظ ہی تو ہیں
کیا آنسو پونچھ دیں گے یہ؟
کیا ہمت باندھ دیں گے یہ؟
امن کے نام کے گُم' یہ پرندے ڈھونڈ لائیں گے؟
کہیں اُمید کی کرنیں ابھی بھی جھلملاتی ہیں
بہت ممکن ہے ایسا ہو، تو آؤ
خدا کے پاس جاتے ہیں
الٰہی فضل اور رحمت کو لے کر ساتھ آتے ہیں
امن بھی تو خدا کے فضل اور رحمت سے آئے گا
امن کے نام پر لکھو، امن کے نام پر بولو